# گھر کا اِسلامی ماحول

# کیسے؟

تالیف

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37221395

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# گھر کا اسلامی ماحول کیسے؟

❀ گھر کی اہمیت ❀ گھر اللہ کی عظیم نعمت ❀ گھر کے انتخاب میں مفید مشورے ❀ گھر کے ماحول کو اسلامی بنانے کے سنہری اصول ❀ گھروں میں داخلے کے آداب، رشتہ داروں اور عزیز و اقارب کے گھروں میں داخلے کے آداب ❀ گھروں میں داخلے کے لیے اجازت کے شرعی احکام ❀ گھروں کے متعلق مختلف مسائل کا تذکرہ

تالیف

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

مکتبہ رحمانیہ

اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743

مکتبہ رحمانیہ

نام کتاب: .................. گھر کا اسلامی ماحول کیسے؟

تالیف: .................. مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ناشر: .................. مکتبہ رحمانیہ

مطبع: .................. لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح واصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

# فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# انتساب

تمام اہل ایمان کے نام جو اپنے گھروں کو رسول اللہ ﷺ کے گھر جیسا بنانا چاہتے ہیں، اور جو آنے والی نسلوں کی تربیت کے لیے ان کو حضور نبی کریم ﷺ کے گھر جیسا ماحول فراہم کرنے کے آرزومند ہیں۔

مہر تاباں سے جا کے کہہ دو کہ اپنی کرنوں کو گن کے رکھ لے
میں اپنے صحرا کے ذرّے ذرّے کو چمکنا سکھا رہا ہوں

**طالب دُعا**


شفاعت امام الانبیاء ﷺ کا محتاج
محمد روح اللہ نقشبندی غفوری
رابطہ نمبر: 0300-3554308
0342-2001115

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# مُقَدِّمَة

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ!

موجودہ دور میں معاشرہ جس تیزی سے بگاڑ کی طرف بڑھ رہا ہے شاید اس سے پہلے اس تیزی سے نہیں بڑھ رہا تھا، ہر دور میں بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کے لیے حالات کے مطابق مختلف انداز سے کوششیں ہوتی رہی ہیں لیکن عملی اعتبار سے شاید اتنی کوشش نہ ہوئی جتنی ہونی چاہیے تھی۔

معاشرے کے بگاڑ کی بنیادی وجہ گھر ہے، گھر کے افراد کی اصلاح ہوجائے تو معاشرہ خود بخود ٹھیک ہوجائے گا، بہت سارے لوگ معاشرے کی اصلاح تو چاہتے ہیں، لیکن ان کی اصلاح کا طریقہ درست نہیں ہوتا، وہ اصلاح کے لیے اللہ کے قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے راہ نمائی نہیں لیتے بلکہ اپنے ذہن، اپنے تجربہ اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین سے راہ نمائی حاصل کرتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ بجائے اصلاح کے مزید بگاڑ کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

ایک مسلمان کے لیے مشعل راہ صرف اور صرف قرآن وحدیث یعنی دین اسلام ہی ہے، اس کے قوانین فطرت کے عین مطابق اور احکامات اتنے ٹھوس، مضبوط اور عالمگیر ہیں جو کہ قیامت تک لوگوں کی رشد وہدایت کا کام کرتے رہیں گے، ان کی ضرورت ہر دور میں اتنی ہی رہے گی جتنی کہ نزول کے وقت تھی، یہ وہ دین ہے جس نے انسان کو کسی بھی شعبے میں آزاد نہیں چھوڑا، بلکہ ہر پہلو سے انسان کی راہ نمائی کی ہے، خواہ اس پہلو کا تعلق گھر سے ہو یا معاشرے سے، ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے معاشرے کی اصلاح کے

لیے بنیاد گھر کو بنایا ہے اور گھر سے بھی پہلے خاص طور پر گھر کے سرپرست کو سب سے پہلے اصلاح کی تلقین کی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّ قُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰۤئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَ يَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۝ ﴾ (التحریم:٦)

"اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت دل بہت مضبوط فرشتے ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو وہ حکم دیے جاتے ہیں۔"

اس آیت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے گھر کے سرپرست کو مخاطب کیا ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنی اصلاح کرے، اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائے، اس کے بعد اپنے گھر والوں کی اصلاح کرے اور انھیں جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرے۔

معلوم ہوا کہ معاشرے کی اصلاح کی بنیاد گھر کا سرپرست ہے اگر وہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو پورا گھر ٹھیک ہو جائے گا اور اگر ایک گھر اسلامی معاشرت کا منظر پیش کرے گا تو یقیناً معاشرے میں اسلام کا رنگ نظر آئے گا۔

معاشرے کی اصلاح کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو بڑے جامع انداز میں نصیحت کی ہے، چنانچہ صحیح بخاری: کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن: ۸۹۳ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته: الامام راع ومسئول عن رعيته، والرجل راع فی اهله وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية فی بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها، والخادم راع فی مال سيده و مسئول عن رعيته)).

"تم سب نگران ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کا سوال ہوگا، حاکم نگران ہے اور اس سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی، آدمی اپنے اہل خانہ کا نگران ہے اور اس سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، بیوی اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس ذمہ داری کی باز پرس ہوگی، خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس نگرانی کے متعلق سوال ہوگا۔"

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں ہم میں سے ہر شخص کو اپنی ذمہ داری سے آگاہ ہونا چاہیے اور یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہم سے قیامت کے دن اس ذمہ داری کے متعلق باز پرس ہوگی۔
اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا.... الخ﴾ (النحل:۸۰)

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کو تمہارے لیے سکون کی جگہ بنایا"

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اس کے گھر کو بڑی نعمت بنایا ہے کیونکہ اس میں انسان اپنی زندگی کو محفوظ رکھتا ہے۔ لہٰذا گھر انسان کی پیدائش کی جگہ اور اس کے آرام و سکون کا مرکز ہے اور اپنے خاندان کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے اعلیٰ مقام ہے اور اس کی خلوت کی جگہ ہے، تمام مصائب و آلام سے چور ہو کر انسان کو آخر اپنے گھر ہی میں سکون نصیب ہوتا ہے، گھر ہی انسان کی بیوی بیٹیوں کے لیے پردہ کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾ (الاحزاب:۳۳)

"اپنے گھروں میں رہا کرو (صرف بقدر ضرورت باہر جا سکتی ہو) دور جاہلیت کی عورتوں کی طرح اپنی زیب و زینت ظاہر مت کرو"

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو عورت گھر سے باہر نکل کر مردوں کے آگے چلتی ہے

وہ دورِ جاہلیت والا کام کرتی ہے۔

عورت کے لیے اصل جائے قرار، اس کی عظمت وآبرو کی ضمانت، اس کے گھر کی چاردیواری کے اندر کی زندگی ہے، گھر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، اس نعمت کی قدر ان سے معلوم کرو جن کے پاس گھر نہیں یا ان لوگوں سے پوچھو جو لوگ فٹ پاتھ پر سوتے ہیں، یا ان پناہ گزینوں سے جو جنگوں کے سبب عارضی خیموں میں وقت گزار رہے ہیں یا ان لوگوں سے جو بغیر گھر کے کھلے آسمان تلے وقت گزارتے ہیں، تب آپ کو گھر کی قدر وقیمت کا اندازہ ہوگا۔

بندہ ناچیز راقم اثیم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ میرے اس عمل کو خالص اپنے لیے قبول فرمائے، اور پڑھنے والے کو نفع پہنچائے اور لکھنے والے کے لیے اس کو اس دن کے واسطے ذخیرہ اور توشہ بنائے جس دن مال اور بیٹے نفع نہ دیں گے صرف وہی کامیاب ہوگا جو قلبِ سلیم لے کر آئے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝﴾

(الشعراء: ۸۸، ۸۹)

**محتاجِ دعا**

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

الرقوم: ۱۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ - ۲۹/ اپریل ۲۰۱۳ھ

رابطہ نمبر: 0300-3554308
0342-2001115

# پہلا باب

## گھر کی اہمیت
## اور
## گھر اللہ کی ایک عظیم نعمت

# گھر ایک عظیم نعمت

انسان کے لیے گھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین میں اس سہولت کی دستیابی کو اپنا انعام قرار دیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا﴾ (النحل:۸۰)

"اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں سے جائے سکونت بنائی۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں پر اپنی عظیم نعمت کا ذکر کر رہے ہیں کہ اس نے ان کی رہائش کے لیے گھر بنائے، جن میں وہ پناہ لیتے ہیں، چھپاؤ پکڑتے اور ہمہ قسم کی سہولیات سے مستفید ہوتے ہیں۔ (یقیناً انسانوں کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے)۔"

انسان جب اپنے چاروں اطراف نظر دوڑائے تو کتنے ہی لوگ ایسے نظر آئیں گے، جو گھر جیسی نعمت سے محرومی کی وجہ سے سڑکوں کے کنارے فٹ پاتھوں پر اور پارکوں میں پڑے راتیں بسر کرتے ہیں، یا چھت کی عدم دستیابی کے سبب خیموں وغیرہ میں زندگی کے دن گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ایسی صورتحال میں گھر کی سہولت ودستیابی جیسی نعمت کا احساس دوچند ہو جاتا ہے اور اس نعمتِ غیر مترقبہ پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے، اس نعمت کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات ان کلمات کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ کلمات کہتے تھے:

---

[1] تفسیر ابن کثیر، سورۂ نحل، آیت ۸۰۔

((الحمد لله الذی اطعمنا و سقانا، و کفانا و اوانا، فکم ممن لا کافی له، ولا مودی)). ❶

"سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، ہمیں پلایا، ہمیں کافی ہوا اور ہمیں (رہنے کے لیے) ٹھکانہ دیا، چنانچہ کتنے ہی لوگ ہیں جنھیں نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ کوئی پناہ دینے والا۔"

پھر گھر کی اہمیت اس واقعہ سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام دشمنی کے نتیجے میں بنونضیر کے یہودیوں کو بے گھر کر کے ذلیل وخوار کیا اور جلا وطنی کے عذاب سے دو چار کیا تھا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ﴾ (الحشر:۲)

"وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، پہلے اکٹھ میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔"

یہ آیت دلیل ہے کہ گھر بہت بڑی نعمت ہے اور کفار ومشرکین کو بے گھر کرنا اللہ تعالیٰ کے عذاب کی ایک قسم اور مقام عبرت ہے۔

## جنت میں گھر کی عظمت

انسان خواہ جھونپڑی میں زندگی گزار رہا ہو، یا کسی عارضی خیمے کے نیچے سر چھپاتا ہو، یا کسی عالیشان بنگلے میں، گھر ہر انسان کے لیے ضروری ہے کیونکہ یہ انسان کی زندگی کا جزو لازم ہے، رزق حلال سے بقدرِ استطاعت گھر بنانا خاوند کی ذمہ داری ہے لیکن حرام کی کمائی کے بنگلے سے، حلال رزق کی جھونپڑی بہتر ہے، کیونکہ یہ گھر جیسا بھی ہو عارضی ہے اصلی گھر تو قبر ہے اس کی مضبوطی اور روشنی کے لیے اس میں باغ لگانے کے لیے نیک اعمال کرنے

❶ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء عند النوم: ۲۷۱۵؛ سنن أبی داود، کتاب الأدب، باب ما یقال عند النوم: ۵۰۵۳۔

چاہییں، اس لیے کہ وہاں ہمیشہ بسیرا ہوگا اس گھر (جنت) سے نکلنے کا کبھی امکان نہ ہوگا۔

اہل جنت کے لیے ایسے گھر ہوں گے جن کی مستقل الاٹمنٹ ہوگی جہاں نہ تو کسی کا خوف ہوگا، بلکہ ایسا گھر ہوگا جس کی اینٹیں سونے چاندی کی ہوں گی اس کا ظاہر باطن ایک ہوگا تکیہ لگی ہوئی مجلسیں ہوں گی، خدمت کے لیے خادم ہوں گے وہ ایسا گھر ہوگا جس کی تعمیر رب کریم کے حکم سے ہوئی ہے جس قدر اس کی ذات جمیل ہے وہ اسی قدر اپنے بندوں کو حسین وجمیل گھر دے گا، اس میں ایسی بیویاں ہوں گی، جو لڑائی جھگڑے سے پاک ،محبت اور حسن وجمال کا سرچشمہ ہوں گی اپنے خاوند کی خوشنودی ان کی خوراک ہوگی ان کے حسن کی مثالیں کتب احادیث میں ہیں جن کی پنڈلی کے اندروالا حصہ کپڑے سے باہر نظر آئے گا اگر ان میں سے ایک دنیا میں آجائے تو ساری دنیا اس کے حسن سے حسین ہوجائے وہ کبھی نافرمانی نہیں کریں گی اس گھر میں انسان کی ہر ضرورت پوری ہوگی جیسا کہ میزبان اعلیٰ رب کریم نے خوشخبری دی ہے:

﴿ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝﴾ (حٰمٓ السجدہ:۳۱، ۳۲)

"اور اس جنت میں ہر وہ چیز تمہارے ہی لیے ہے جس کو تمہارا دل چاہے، اور اس میں ہر وہ چیز تمہارے ہی لیے ہے جو تم منگوانا چاہو، یہ سب کچھ اس ذات کی طرف سے پہلی پہلی میزبانی ہے جس کی بخشش بھی بہت ہے، جس کی رحمت بھی کامل ہے۔"

جس خوش نصیب کو اس جنت میں گھر مل گیا اسے وہاں سے نکلنے کا ڈر نہیں ہوگا جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ جو اس جنت میں داخل ہوگیا پھر کبھی اس کو وہاں سے نکالا نہیں جائے گا وہ جنت عرش عظیم کے رب کی ملکیت ہے اس میں گھر کے حصول کے لیے انسان کو اپنی ساری زندگی صرف کرنا پڑے تو یہ بھی کم ہے جہاں سکون وسلامتی اور خوشی ہی خوشی ہے غم نام کی چیز وہاں کی ڈکشنری میں ہے ہی نہیں حتی کہ اس گھر کا مالک رب کریم اعلان فرمائے گا جاؤ اب تم ہمیشہ کے لیے ان گھروں کے مالک ہو تمہیں موت بھی نہیں آئے گی اور میں بھی تم سے راضی ہوں کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ ((لا اسخط علیکم بعد ھذا الیوم)).

# عارضی دُنیا کے گھر میں شریعت کو مقدم رکھیں

دوسری جانب اگر دنیا کے گھر کی زیب وزینت کے لیے حرام وحلال کی تمیز نہ کی حقوق العباد پامال کئے اور دنیا کے گھر کو ہمیشہ کا گھر تصور کرلیا اور ہر جائز وناجائز طریقہ سے رقم حاصل کر کے اس گھر پر خرچ کردی تو پھر ایسے گھر کے بدلے میں آخرت میں ایسا گھر ملے گا جس کے نام یہ ہیں:

((جهنم، هاوية، نار، ويل، سجن، الحطمه، الدرك الاسفل...
العياذ ًابالله)).

"بُرے اعمال کے بدلہ میں اس گھر کی رجسٹری یا انتقال نامہ جس طریقے سے ملے گا وہ طریقہ بڑا رسوا کن ہے۔" اللہ نے فرمایا:

﴿وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ﴿۴۱﴾ فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ۙ﴿۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۙ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِیْمٍ ﴿۴۴﴾﴾ (الواقعہ: ۴۱ تا ۴۴)

"اور جو بائیں ہاتھ والے ہیں، کیا بتائیں بائیں ہاتھ والے کیا ہیں؟ وہ ہوں گے تپتی ہوئی لُو میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں، جو نہ ٹھنڈا ہوگا، نہ کوئی فائدہ پہنچانے والا۔"

اس گھر کے مالکوں کو جب ان کے بائیں بازو کو مروڑ کر رجسٹری تھمائی جائے گی تو اسے دیکھ کر سب لوگ اپنے اور پرائے، دوست اور دشمن، والدین اولاد، اقرباء پہچان لیں گے کہ یہ بدنصیب تو فلاں بدنام محلے کا رہائشی ہے وہ ایسا علاقہ ہوگا جہاں کے کھانے تھوہر (زقوم) کے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک قطرہ زقوم کا اگر دنیا میں انڈیل دیا جائے تو اس کی بدبو سے دنیا کی معیشت تباہ ہو جائے۔" [1]

اس گھر میں ایسے ایسے موذی جانور ہیں جن کے تنفس یعنی پھونک سے دُنیا کی

---

[1] ابن ماجہ، ابن حبان۔

ساری فصلیں تباہ ہو جائیں جن کی زہر آگ سے زیادہ گرم ہو گی بعض سانپوں کے اپنے زہر کی زیادتی کی وجہ سے سر کے بال اُڑے ہوئے ہوں گے، اس گھر کے پڑوسی "اخبث الناس اشر الناس" ہوں گے یعنی ایک طرف فرعون، دوسری طرف ابولہب، سامنے ابوجہل، پچھلی جانب شداد، نمرود اور قارون ہوں گے وہاں بے ایمانی، سود، جھوٹ، دھوکہ وفریب، سمگلنگ اور زنا کی کمائی کے اے۔سی کی بجائے "ماء حمیم" کا شربت، گرمی یا دھوئیں کا سایہ، وہ بھی ٹھنڈا نہیں ہو گا، پینے کے لیے پاک شراب "شرابا طهورا" کی بجائے ابلتا ہوا پانی "ماء حمیم" اہل جہنم کی بدبودار پیپ اور گندا خون، کھانے کے لیے روسٹ چکن نہیں بلکہ تھوہر وزقوم، خوشبو کی بجائے بدبو اور رہنے کے لیے بالا خانے، بنگلے، کوٹھیاں اور ریسٹورنٹ نہیں بلکہ تنگ اور اندھیر کوٹھڑیاں ہوں گی جہاں سب نافرمان اور مشرک بسیرا کریں گے۔

مصیبتوں سے گھرا ہوا گھر، وہاں بیماری کے علاج کے لیے کوئی ڈاکٹر نہیں، مرض پر مرض، ڈانٹ پر ڈانٹ، جب تکلیف حد سے بڑھ جائے گی تو اہل محلہ کے لیے اعلان ہو گا اے فلاں ٹاؤن میں رہنے والو! اب تمہاری تکلیف کو مٹانے کے لیے صرف موت باقی تھی لیکن اب موت کو بھی موت آچکی ہے لہٰذا تمہارا یہی انجام ہے، تم نے دنیا میں جنت کے بدلے یہ گھر پسند کیا اب اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو نہ تکلیف میں کمی ہو گی نہ عیادت ہو گی بلکہ کہا جائے گا، دفعہ ہو جاؤ، دفعہ ہو جاؤ۔

﴿قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ (المؤمنون:۱۰۸)

"اللہ فرمائے گا: اسی (دوزخ) میں ذلیل ہو کر پڑے رہو، اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔"

تم نے خود یہ مکان اپنے لیے خریدا ہے تم کو اس گھر کے بارے میں میرے نبیوں نے مطلع کیا تھا یہاں کا محل وقوع بھی بتایا تھا، پڑوسی، لباس اور کھانا پینا سب کچھ بتایا تھا۔

﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ (ابراہیم:۵۰)

"ان کے قمیص تارکول کے ہوں گے، اور آگ اُن کے چہروں پر چھائی ہوئی ہو گی۔"

یہاں کے دوست اور اہل محلہ بھی بتائے تھے جس مصلح اعظم نبی مکرم ﷺ نے اس گھر سے مطلع کیا تھا اس نے اس کی خرید سے بھی روکا تھا تمہارے اچھے گھر جنت کی طرف

راہ نمائی بھی کی تھی، اچھے بُرے گھر کا فرق بھی بتایا تھا، تم نے اس رسالت مآب ﷺ کی باتوں پر یقین نہ کیا نافرمانی پر ڈٹے رہے لہٰذا اب۔

﴿فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:۱۰۶)

"لو پھر اب مزہ چکھو اس عذاب کا، کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے۔"

﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (السجدہ:۱۷)

"یہ بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔"

﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا﴾ (المومن:۴۶)

"آگ ہے جس کے سامنے انہیں صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔"

﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝﴾ (طٰہٰ)

"اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی، اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"

(یہ تمہارا گھر تمہیں مبارک ہو) اس لیے برے گھر سے بچنے کے لیے اور باعزت لوگوں کے محلے میں مناسب زندگی گزارنے کے لیے یہ عارضی زندگی اپنے رب کے حکم کے مطابق گزار لو، اس عارضی دنیا کے گھر کو ایسا بناؤ جس کے بدلے میں اللہ اپنی رحمت کر کے بندے کو بخش دے۔

((اللّٰهم اجعلنا من اهل الجنة ولا تجعلنا من اهل النار)).

"یا اللہ! ہم سب مسلمان کمزور اور گناہ گار ہیں تو اپنی رحمت سے ہم سب کو جنت الفردوس میں داخل فرما کیونکہ وہ اعلیٰ مقام ہے۔"

حدیث شریف میں ہے:

((فاذا سئلتم الله فاسئلوه الفردوس)). [1]

جب اللہ سے آخرت کا گھر مانگو تو ہمیشہ جنت الفردوس کی طلب کرو کیوں کہ وہ جنت میں اعلیٰ مقام ہے۔ ((اللّٰهم انا نسئلك الجنة الفردوس)).

[1] رواہ الترمذی بسند صحیح (الشیخ البانی)

# گھر کے پانچ فوائد

**پہلا فائدہ:** گھر کے ذریعے انسان اپنے آپ کواور اپنے اہل خانہ کوجہنم کی آگ سے بچاتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (التحریم:٦)

"ایمان والو! اپنے آپ کواور اپنے گھر والوں کوجہنم کی آگ سے بچاؤ"

جب انسان گھر جیسی نعمت سے محروم ہوتو وہ گھر کی اسلام کے مطابق تربیت کیسے کرسکتا ہے؟ لہٰذا گھر والوں کی تربیت کے لیے گھر کا ہونا ناگزیر ہے۔

**دوسرا فائدہ:** ذمہ داری کونبھانا: ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((قال ﷺ ان الله تعالى سائل كل راع عما استرعاه احفظ ذلك ام ضيعه يسئل الرجل عن اهل بيته)). [1]

"جس چیز کا کسی کواللہ تعالیٰ نے ذمہ دار بنایا ہے، قیامت کے دن اس سے سوال کیا جائے گا کہ اس نے اس چیز کا حق ادا کیا یا ضائع کیا تھا، یہاں تک کہ آدمی سے اس کے گھر والوں کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔"

انسان کے بیوی بچے اگر شریعت کے مطابق زندگی نہیں گزارتے ہیں اور گھر کا سربراہ اس کی پروا نہیں کرتا تو اولاد، بیوی، بچے اس آدمی کوجہنم میں لے جانے کا سبب بن جائیں گے، اس ذمہ داری کونبھانے کے لیے بنیادی مرحلہ گھر ہی ہے، اور گھر ہی نعمت رب جلیل ہے۔

**تیسرا فائدہ:** گھر ہی انسان کی جان کی حفاظت، اس کے ایمان کی حفاظت، مال واولاد کی حفاظت اور فتنوں کے دور میں تمام قسم کی برائیوں سے حفاظت کی ضمانت ہے۔حدیث نبوی ﷺ ہے:

((طوبى لمن ملك لسانه ووسعه بيته وبكى على خطيئته)). [2]

"مبارک ہواس شخص کوجس کی زبان اس کے کنٹرول میں ہواور اس کا گھر اس

---

[1] رواہ النسائی۔ [2] رواہ الطبرانی فی الاوسط۔

کے لیے کافی ہو، وہ (ندامت وشرمندگی کی بنا پر) اپنی غلطیوں پر روئے"

دُنیا وآخرت میں ایسا آدمی خوش نصیب ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

((خمس من فعل واحدة منهن كان ضامنا على الله. من عاد مريضا، اوخرج غازيا، او دخل على امامه يريد تعزيره وتوقيره، اوقعد فى بيته فسلم الناس منه وسلم من الناس)). (رواہ احمد)

"پانچ کاموں میں سے جس نے ایک کام بھی کرلیا تو وہ انسان اللہ کی ضمانت میں ہوتا ہے ان میں سے جس نے بیمار کی عیادت کی یا وہ غزوہ کے لیے نکلا یا وہ اپنے امام کی عزت وتوقیر کرنے کی نیت سے نکلا یا وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہا تا کہ لوگ اس سے سلامت رہیں اور وہ لوگوں سے سلامت رہے"

کیونکہ فتنہ وفساد کے وقت انسان کو اپنا ایمان بچانا مشکل ہو جاتا ہے، گھر سے باہر انسان کسی کی غیبت کرے گا، یا چغلی کرے گا یا دوسری برائیوں میں طوعاً وکرھاً شریک ہوگا ہر دو صورت میں انسان کی بربادی ہے۔ ایسے حالات میں گھر ایک محفوظ قلعہ ہوتا ہے اس بات کی اہمیت اس وقت معلوم ہوتی ہے جب ایک شریف انسان کسی ایسے معاشرے میں وقت گزارتا ہو جہاں کوئی جگہ برائی سے خالی نہ ہو، حرام کی نظر سے بچنا مشکل ہو، اپنے بیوی بچوں کو سوسائٹی سے بچانا مشکل ہو، بیوی کو زمانہ اور برادری کی رسم ورواج سے بچانا، بے پردگی سے بچانا مشکل ہو، وہاں گھر میں ہی رہ کر برائیوں سے انسان کی نجات ممکن ہے۔

**چوتھا فائدہ:** زندگی گزارنے کے لیے، سردی سے بچاؤ، سخت گرمی سے بچاؤ، بارشوں سے بچاؤ، فراغت کے اوقات گزارنے کے لیے گھر ہی انسان کے لیے جائے پناہ ہے۔

**پانچواں فائدہ:** گھر کی سب سے زیادہ اہمیت اس بات سے عیاں ہے کہ ہر گھر معاشرہ کے لیے مکان میں اینٹ کی طرح ہوتا ہے جس طرح عمارت کی ایک ایک اینٹ کا درست ہونا ضروری ہے اس طرح ہر گھر کا اسلامی طرز سے زندگی گزارنا، معاشرہ کی اصلاح کے لیے ضروری ہے جب ہر گھر اپنی اخلاقی ومعاشرتی، دینی، قومی، ذمہ داری سے نبرد آزما ہوگا تو

یقیناً ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جہاں نیکی کا ہر کام کرنا ممکن ہوگا اور برائی کے اسباب کم ہوں گے خدا کی نعمتوں کا نزول ہوگا اور معاشرے میں امن وسکون ہوگا اور ہر انسان اپنے گھر میں اطمینان کی نیند سوئے گا، اپنی آخرت کے لیے اعمال صالحہ کر کے آخرت کے اصلی گھر جو قبر ہے اس کو بہتر بنائے گا جو ہمیشہ کا گھر ہے۔

الموت قدح کل نفس شاربها　　　و القبر باب کل نفس داخلها

"موت ایسا پیالہ ہے جو ہر ایک نے پینا ہے، قبر ایسا دروازہ ہے جس سے ہر ایک نے گزرنا ہے۔"

# گھر کو اسلامی بنائیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝﴾ (النحل: ۸۰)

"اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا ہے اور تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم کوچ کے دن اور قیام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے تمہارے لیے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائیں"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرما کر بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں ہیں، اگر ہم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو کبھی شمار نہیں کر سکتے، مال، اولاد، والدین اور صحت یہ سب عظیم نعمتیں ہیں، اسی طرح ان نعمتوں کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑی نعمت گھر ہے، جس میں ہم اپنے دن رات بسر کرتے ہیں، عمومی طور پر باقی نعمتوں کی طرح لوگ اس نعمت کی بھی بے قدری کرتے ہیں اور اپنے گھروں کو ویران اور شیطان کی آماج گاہ بنا لیتے ہیں۔

گھر والی نعمت کی قدر کیجیے کیونکہ دنیا میں چار دیواری اور چھت کا مل جانا اور امن کے ساتھ اپنے اہل وعیال کو لے کر کہیں بیٹھ جانا، حدیث کے مطابق یہ نعمت ہی نہیں بلکہ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

بحیثیت مسلمان ہم سب پر فرض ہے کہ ہم گھروں کے ماحول کو صاف ستھرا اور اسلامی بنائیں، مسلمان اور کافر کے گھر میں نمایاں فرق ہونا چاہیے، مسلمان کا گھر اور وہاں کا ماحول ایسا پاکیزہ ہو کہ ہر پل آخرت کی طرف دھیان رہے، گھر کی چار دیواری میں فحاشی اور برائی کا نام ونشان تک نہ ہو، دوسری بات یہ ہے کہ اپنے ضروری کام کاج سے فارغ ہو کر اپنا زیادہ وقت اپنے گھر میں گزاریں، آج کل ہمارے معاشرے میں جو آوارگی اور بے راہ روی ہے اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں اور والدین کے ساتھ نہ ہونے کے برابر وقت گزارتے ہیں اور سارے کا سارا وقت یاری، دوستی اور چوکوں وچوراہوں میں برباد کردیتے ہیں، جن لوگوں کا گھر ٹھہرنے کو جی نہ چاہے اور ہمہ وقت آوارہ گردی کی فکر لاحق رہے، ان کے گھر کبھی آباد نہیں ہوسکتے، نہ ازدواجی زندگی خوشگوار ہوگی اور نہ ہی والدین راضی ہوں گے، دنیا کے فتنوں اور آوارگی کے برے نتائج سے بچنے کے لیے واحد حل یہی ہے کہ زیادہ وقت اپنے گھر والوں کو دیں اور چار دیواری میں گزاریں۔ اس سلسلے میں تمہیدی طور پر آپ ﷺ کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

صحابی رسول نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ نجات کن کاموں میں ہے۔؟ یعنی سلامتی والی، پرامن زندگی کا راز کیا ہے..... ؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((املك عليك لسانك وليسعك بيتك وابك على خطيئتك)).[1]

"اپنی زبان کو اپنے کنٹرول میں رکھ اور اپنے گھر کو اپنے لیے کافی سمجھ اور اپنے گناہوں پر رو"

---

[1] مسند احمد: ۲۸،۵۶۹ حدیث: ۱۷۳۳۴، جامع الترمذی: ۲۴۰۶۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((سلامة الرجل من الفتنة ان یلزم بیته)). [1]

"آدمی کا فتنے سے بچنا اسی میں ہے کہ وہ اپنے گھر میں ٹھہرے"

اور ایک روایت میں فتنوں سے بچنے کے لیے آپ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا:

((والزموا اجواف البیوت)). [2]

"اپنے گھروں کے اندرون کو لازم پکڑو۔"

یعنی فتنوں کے دور میں زیادہ وقت اپنے گھروں کے اندر رہو، بہت سی الجھنوں اور پریشانیوں سے محفوظ رہوگے، بلکہ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو خوش حالی، خوش گواری اور جنت کی بشارت دی ہے جو اپنے گھر کو اپنے لیے کافی سمجھتا ہے اور ضروری کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے گھر میں ٹھہرتا ہے۔

حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

طوبیٰ لمن ملك لسانه ووسعه بیته وبکی علی خطیئته)). [3]

"خوش خبری یا جنت کے طوبیٰ درخت کا سایہ ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھا اور اپنے گھر کو کافی سمجھا اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے رویا"

**قارئین کرام!** موجودہ حالات میں آپ سروے اور تحقیق کر لیں جن لوگوں کو زیادہ پھرنے کی عادت ہے وہ طرح طرح کی عداوتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور جو لوگ زیادہ وقت اپنے گھر میں گزارتے ہوئے ذکر وفکر میں مصروف رہتے ہیں وہ سلامتی اور عافیت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

آج کل یہ نظریہ بعض پڑھے لکھے دُنیا دار حضرات میں بہت زیادہ گردش کر رہا ہے

---

[1] صحیح الجامع الصغیر: ۳۶٤۹۔

[2] جامع الترمذی: ۲۲۰۲، صحیح الجامع الصغیر: ۱۲۲۱ سلسلة: ۱۵۲٤۔

[3] صحیح الجامع الصغیر: ٤۵۲۹، صحیح الترغیب والترھیب: ۳۳۳۲۔

کہ ”زیادہ وقت گھر سے باہر رہنا چاہیے پھر گھر والے زیادہ عزت کرتے ہیں، زیادہ وقت گھر میں رہیں تو گھر والوں کی نگاہوں میں مقام اور وقار نہیں رہتا“

یہ سوچ آوارہ مزاج لوگوں کی ہے اور معاشرہ اس سوچ کی بڑی سزا بھگت رہا ہے، شریعتِ اسلامیہ ہماری یہی راہ نمائی کرتی ہے کہ اپنے کاروبار اور ملازمت سے فارغ ہوتے ہی گھروں کا رُخ کرو اور اپنے والدین کی خدمت اور بچوں کی تربیت میں وقت گزارو۔ آج کل مرد تو مرد رہے عورتیں بھی اپنا زیادہ وقت گھر سے باہر گزار کر خوش ہوتی ہیں، اور عورتوں کا بازاروں میں نکلنا معمول اور فیشن بن چکا ہے جب کہ دین اسلام اور شریف خاندانی لوگ اس کو ہرگز ہرگز اچھا نہیں سمجھتے۔

بن سنور کر آزادانہ پھرنا بے دین عورتوں کی علامت ہے، یہی وہ عورتیں ہیں کہ جن کو باہر رہنے کی عادت پڑ جائے تو گھر کی چار دیواری ان کو اچھی نہیں لگتی، وہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کو اور غیر محرموں کے ساتھ ڈیل کرنے کو روشن خیالی سمجھتی ہیں، جب کہ حدیث کے مطابق باحیا عورت جس قدر زیادہ گھر کے اندرونی حصوں میں رہے اس قدر وہ زیادہ اللہ کے قریب ہوتی ہے، فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیں:

((المراۃ عورۃ و انہا اذا خرجت استشرفہا الشیطان وانہا اقرب مایکون الی اللہ وھی فی قعر بیتہا)).[1]

”عورت پردہ ہے اور جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کا پیچھا کرتا ہے اور عورت اس وقت اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ گھر کے اندر ہو۔“

بہرصورت مقصود خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ وقت اپنے گھروں میں گزارو اور اپنے گھروں کے ماحول کو روحانی اور اسلامی بناؤ، گھر کے ماحول سے خاندان سنورتے اور بگڑتے ہیں۔

---

[1] المعجم الکبیر: ۱۰۸/۱۰، حدیث: ۱۰۱۱۵۔

شریعتِ مطہرہ پر عمل کرنے سے آپ کا گھر روحانی مرکز ہوگا اور آپ اپنے گھر میں اسلام اور ایمان کی خوشبو محسوس کریں گے، اللہ تعالیٰ نے گھر جیسی عظیم نعمت کا تذکرہ کرتے ہوئے کیا خوب ارشاد فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ۝﴾ (النحل:۸۰)

"اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا ہے اور تمہارے لیے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم کوچ کے دن قیام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے تمہارے لیے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائیں۔"

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ تمہارے گھر بہت بڑی نعمت ہیں اور تمہارے لیے سکون کی جگہ ہیں، سکون آوارگی سے اور بازاروں میں چکر لگانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ گھر سے حاصل ہوتا ہے اور اگر گھر کا ماحول اسلامی اور روحانی بنا دیا جائے تو صرف سکون ہی نہیں بلکہ گھر سے لذت اور روحانی خوشبو آنا شروع ہو جاتی ہے۔

## گھر میں داخل ہونے کیلئے طلب اجازت کی اہمیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝ وَ اِذَا

بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

(النور:۵۸۔۵۹)

"اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو اور جو تم میں حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینی چاہیے، نماز صبح سے پہلے، اور جب دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو، اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردہ کے ہیں، ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ ان پر کچھ الزام ہے، وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور جس وقت تم میں وہ لڑکے جو حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیے جیسا کہ اُن سے اگلے لوگ اجازت لیتے ہیں اسی طرح اللہ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔" ❶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انصاری لڑکے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کو بلانے کے لیے دوپہر کے وقت بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سو رہے تھے، لڑکا گھر میں گھس گیا، اور اس نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیدار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کپڑا کھسک گیا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ کاش ان کے آنے جانے کے لیے بھی کوئی حکم نازل ہو جاتا، اس کے بعد آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ سنائی، یہ روایت اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں آئی ہے۔

گھر میں طلب اجازت کی وجوہات ملاحظہ فرمائیں:

① اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کے رہنے کی جگہ عطا فرمائی ہے خواہ مالکانہ ہو یا کرایہ

---

❶ ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔

پر اور یا عاریۃً ہو، جب تک وہ اس مکان میں رہے، رہنے والے کا ہی کہلائے گا، اس مکان میں کسی دوسرے حتی کہ اصل مالک مکان کو بھی بغیر اجازت داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

انسان کا گھر اس کا مسکن ہے اور مسکن کی اصل غرض وغایت سکون وراحت حاصل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز میں جہاں اپنی اس نعمتِ گرانمایہ کا ذکر فرمایا ہے اس میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے: ﴿وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں میں تمہارے سکون وراحت کا سامان دیا اور یہ سکون وراحت جب ہی باقی رہ سکتی ہے کہ انسان دوسرے کسی شخص کی مداخلت کے بغیر اپنے گھر میں اپنی ضرورت کے مطابق آزادی سے کام انجام دے اور آرام کر سکے، اس کی آزادی میں خلل ڈالنا گھر کی اصل مصلحت کو فوت کرنا ہے اور ایذا دینا اور تکلیف پہنچانا ہے۔

اسلام نے کسی کو بھی ناحق تکلیف دینا حرام قرار دیا ہے اجازت کے احکام میں ایک بڑی مصلحت لوگوں کی آزادی میں خلل ڈالنے اور ان کی ایذارسانی سے بچنا ہے، جو ہر شریف آدمی کا عقلی فریضہ ہے۔

② دوسری مصلحت خود اس شخص کی ہے جو کسی سے بھی ملاقات کے لیے گیا ہو جب وہ اجازت لے کر شائستہ انسان کی طرح ملے گا تو مخاطب بھی اس کی بات قدر ومنزلت سے سنے گا، اور اگر اس کی کوئی ضرورت ہے تو اس کو پورا کرنے کا داعیہ اس کے دل میں پیدا ہوگا اس کے خلاف اچانک پہنچنے سے صاحب خانہ اس کو بلائے ناگہانی سمجھ کر دفع الوقتی سے کام لے گا اگر خیر خواہی کا داعیہ ہوا بھی تو وہ مضمحل ہو جائے گا، اور آنے والے کو ایذائے مسلم کا گناہ الگ ہوگا۔

③ تیسری مصلحت فواحش و بے حیائی کا انسداد ہے بغیر اجازت کسی کے مکان میں داخل ہو جانے سے یہ بھی احتمال ہے کہ غیر محرم عورتوں پر نظر پڑے، اور شیطان دل میں غلط وسوسہ پیدا کردے، اسی مصلحت سے احکام استیذان کو قرآن میں حد زنا، حد قذف وغیرہ کے احکام کے متصل ہی ذکر فرمایا گیا ہے۔

④ ذرا غور کیا جائے تو بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلا اجازت اور اچانک کسی کے گھر میں نہیں پہنچنا چاہیے، کیونکہ بعض اوقات انسان اپنے گھر کی تنہائی میں کسی ایسے کام میں مشغول ہوتا ہے جس سے دوسروں کو مطلع کرنا مناسب نہیں سمجھتا تو ایسے وقت میں کوئی شخص وہاں پر اچانک آپہنچے تو گھر والے کو اس سے بڑی کلفت اور اذیت ہوتی ہے، اور طبیعت میں ایک قسم کا انقباض پیدا ہوتا ہے، اسی طرح دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کرنا چاہیے کہ خدا معلوم وہ اس وقت کسی ایسے کام میں مشغول ہوں جس کی کسی کو خبر کرنا مناسب نہ سمجھتے ہوں، تو ہمارا اس کے پاس یکا یک پہنچنا اتنا ہی شاق گزرے گا جیسا کہ ایسے موقع پر ہم کو ناگوار گزرتا ہے، انسان جس چیز کو پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا دوسروں کے اچانک پہنچنے سے وہ پوشیدہ نہیں رہے گی، اور یہ ظاہر ہے کہ زبردستی کسی کا راز معلوم کرنا گناہ ہے، جو دوسروں کے لیے موجب ایذا ہے، اور ایذائے مسلم گناہ ہے۔

⑤، بعض مرتبہ ایسی حالت میں بلا اطلاع داخل ہوجانے والے پر غصہ بھی آجاتا ہے، اور زبان سے سخت وسست جملے بھی نکل جاتے ہیں اور کبھی بے خبری میں گھس آنے والے کے لیے زبان سے بددعا بھی نکل جاتی ہے۔

آنے والے نے ناحق اس کے ناقابل اظہار امور میں مداخلت کی جو اس کے لیے ناگواری اور اذیت کا سبب ہوا کیونکہ صاحب خانہ اس حالت میں مظلوم کی حیثیت رکھتا ہے اور مظلوم کی بددعا بہت جلد قبول ہوتی ہے، بخاری کی حدیث ہے:

((اتق دعوة المظلوم فانه ليس بينه وبين الله حجاب)).

"مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔"

⑥ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی جب کسی جگہ تنہا ہوتا ہے تو لباس کی درستگی اور بدن چھپانے میں چنداں احتیاط نہیں کیا کرتا تو ایسے وقت بے خبری میں کوئی آجائے تو اس شخص کو بڑی ندامت اٹھانی پڑتی ہے، اور آنے والے کو بھی نہایت شرمندگی لاحق ہوتی ہے۔

⑦ انسان کی طبیعت کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ جب وہ تنہائی میں بیٹھا ہو تو کسی خیال میں محو ہوتا ہے، اگر ایسی حالت میں اچانک کوئی اس کے پاس پہنچ جائے تو وہ چونک پڑتا ہے، اس پر ایک قسم کا توحش طاری ہو جاتا ہے، جس سے اس کے دل ودماغ کو دفعتاً صدمہ پہنچتا ہے اور مومن اللہ کی بارگاہ میں بڑا عزت دار ہے اس کو تکلیف پہنچانا بڑا گناہ ہے، اس لیے ضروری ہوا کہ اس کو پہلے باہر سے اس طرح اطلاع دی جائے کہ جو محبت وتعلق کا پہلو لئے ہوئے ہو اور اس قدر محبت آمیز ہو جس سے توحش دور ہو جائے اور وہ محبت وانس کے ساتھ اجازت دے اور اچانک آنے سے جو اس کو ناگواری ہوئی اس سے بھی بچاؤ ہو جائے، الغرض یہ تھوڑے سے وہ اصول ہیں پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنے معاشرہ کو ایک مثالی معاشرہ بنا سکتے ہیں، جس میں صرف راحت وآرام اور چین وسکون ہی ہوگا، ان کے بغیر ہم معاشرہ میں سکون پیدا نہیں کر سکتے اور پریشانیوں کے انبار میں گھرے رہیں گے جو ہمیں کسی بھی وقت چین سے نہیں رہنے دیں گے۔

## تخلیہ اور اس کی ضرورت

انسان بہر حال انسان ہے، جیسے وہ اپنے ہم جنسوں میں بیٹھ کر آرام محسوس کرتا ہے اسی طرح کبھی تنہائی چاہتا ہے کہ وہ آرام کرے، چنانچہ دن رات کے کچھ اوقات میں روزانہ ہی ایسا ہوتا ہے، آیت مذکورہ (جو پیچھے گزر گئی ہے) میں قرآن نے ان اوقات کے سلسلہ میں ہدایات دی ہیں کہ ان کا لحاظ ضروری ہے اور یہ انسانی فطرت کے مطابق ہے۔

باپ ہو یا ماں، بیٹا ہو یا بیٹی، بھائی ہو یا بہن، خادم ہو یا خادمہ غرض کوئی بھی رشتہ دار ہو، وہ کسی کی مداخلت کو اس تنہائی کے وقت میں پسند نہیں کرتا ہے کوئی مہذب آدمی اپنے اعزاء واقارب اور خدام کے سامنے مقاربت صنفی کی ہمت نہیں کرتا ہے، اور نہ حیاء وشرم اس کو اس کی اجازت دیتی ہے پھر سوتے وقت عام طور پر تھوڑا بے تکلف ہو جاتا ہے، بہت سارے کپڑے اتار کر لیٹتا اور سوتا ہے خواہ گرمی ہو، خواہ سردی ہو، خاص طور سے گرم ممالک

میں گرمی کے موسم میں غیر ضروری کپڑا اتار دینا ضروری ہوتا ہے ، بعض اوقات نیند میں کپڑے ستر سے ہٹ جاتے ہیں، اس لیے ان اوقات مخصوصہ میں آنے جانے والوں، عاقل و بالغ اور آزادوں کے واسطے حکم پہلے گزر چکا ہے کہ جب گھر میں آئیں اجازت لے کر داخل ہوں، گھر زنانہ ہو یا مردانہ ہو، آنے والا مرد ہو یا عورت سب کے لیے حکم عام ہے اجازت کو واجب اور سلام کو سنت قرار دیا گیا ہے، مگر یہ احکامِ اجازت غیروں کے لیے تھے، مگر اس آیت مذکورہ میں ایک دوسرے سے اجازت کے احکام کا بیان ہے جن کا تعلق ان اقارب و محارم سے ہے جو عادتاً ایک ہی گھر میں رہتے سہتے ہیں اور ہر وقت آتے جاتے ہیں، اور ایک دوسرے کے پاس بے روک ٹوک چلے آنا اور آپس میں خلط ملط ہونا انسانی ضروریات کی تکمیل کے لیے کبھی ضروری بھی ہوتا ہے، اس کی بندش نہیں کی گئی تھی، اور ان حضرات سے عورتوں کا پردہ بھی ایسا گہرا نہیں ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے اگرچہ گھر میں داخل ہونے کے وقت اس کا حکم ہے، کہ اطلاع کر کے یا کم ازکم قدموں کی آہٹ کو ذرا تیز کر کے، یا کھانس کھنکھار کر گھر میں داخل ہوں، یہ اجازت ایسے اقارب کے لیے واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے جس کو ترک کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ایک گھر کے رہنے والے بھی چونکہ بعض اوقات تنہائی کو پسند کرتے ہیں، اس لیے باہم ایک دوسرے کی مداخلت بغیر اجازت کے آپس میں ناگواری کا باعث ہوتی ہے، اس مداخلتِ بے جا سے روکنے کے لیے یہ احکامات بیان کئے گئے ہیں۔

## گھر میں اندرونی راحت کا اہتمام

وہ بچے جو حدِ بلوغ کو نہیں پہنچے اور جن سے عادتاً پردہ بھی نہیں کیا جاتا، اور وہ بلاضرورت گھر میں چکر لگاتے رہتے ہیں، خواہ وہ اپنے گھر کے ہوں یا بیگانے کے، یہاں تک کہ اپنی اولاد ہوں یا بھائی بہن کی، یا غیروں کی اولاد ہو۔

باندی، غلام، نوکر یا خادم سے بھی کوئی خاص احتیاط نہیں کی جاتی ہے کہ یہ پیش خدمت ہوتے ہیں ہر وقت اپنے مالک کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں یہ حرکت خود ان کی

تہذیب کے خلاف ہے، کسی کا بھی دل نہیں چاہتا کہ سوتے وقت کوئی بچہ یا بچی بے روک ٹوک بغیر اجازت کے اندر چلا آئے کیونکہ بسا اوقات انسان ایسی حالت میں ہوتا ہے جس کے ظاہر ہونے سے شرماتا ہے کم ازکم اس کی بے تکلفی اور آرام میں اس سے خلل پڑنا لازمی ہے، اس لیے یہ آیات خصوصی استیذان کے احکام میں آئی ہیں کہ ان تین اوقات میں کوئی کسی کے پاس بغیر اجازت نہ جایا کرے، یہ حکم ان گھروں کا ہے کہ مکان تو ایک ہے مگر گھر میں کئی فیملیاں الگ الگ کمروں میں رہتی ہوں، گھر کا دروازہ اور صحن ایک ہی ہو، اللہ اللہ، مسلمانوں کے گھر کے اندرونی راحت کا اہتمام کس درجہ شریعت کو پیش نظر ہے، معمولی معمولی جزئیات کے احکام اسی غرض کے لیے صادر فرمائے جارہے ہیں۔

## گھر کے تین اہم اوقات

تین اوقات یہ ہیں:

① صبح کی نماز سے پہلے۔

② دوپہر کو آرام کے وقت۔

③ اور عشاء کے بعد کے اوقات جب آدمی کاموں سے فارغ ہو کر سونے چلتا ہے۔

عادتاً عام طور پر یہ تین ہی اوقات تخلیہ اور استراحت کے ہیں، اور ان اوقات میں ہر انسان آزاد اور بے تکلف رہنا چاہتا ہے، بےفکری سے نہ معلوم اپنے گھر میں کس حالت میں ہو، اور کبھی کبھی آدمی ان اوقات میں اپنی بیوی کے ساتھ بے تکلف اختلاط میں مشغول ہوتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! تم اقارب کو یہاں تک کہ سمجھدار سیانے، باشعور نابالغ بچوں، اور خادموں کو بھی سمجھادو کہ ان تین اوقات میں بغیر اطلاع کے چپ چاپ نہ آیا کریں، جیسا کہ بچوں کی عادت ہوا کرتی ہے، وہ اجازت کو جانتے بھی نہیں کہ وہ کیا چیز ہے اس لیے تم ان کو سکھاؤ ان تین وقتوں میں غیر تو غیر اپنے گھر میں بھی دوسرے کمروں میں اگر وہاں پر کوئی رہتا ہو تو بغیر اجازت نہ گھس جایا کریں۔

# ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت مذکورہ میں بالغ مرد عورت کو استیذان کا حکم دینا اور اس کا پابند بنانا تو سمجھ میں آتا ہے، کہ یقیناً ایسا ہی ہونا چاہیے، مگر نابالغ بچے جو شرعاً کسی حکم کے مکلف نہیں ہیں، ان کو اجازت کا پابند کرنا بظاہر فقہی ضوابط کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

اس کا جواب سمجھنے سے پہلے چند باتیں سمجھنے کی ہیں، اولاد انسان کے پاس ایک امانت ہے اس کے سلسلے میں اس پر بہت سی شرعی، اخلاقی اور قانونی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اسلام چاہتا ہے کہ انسان کے اندر شروع ہی سے ان ذمہ داریوں کا احساس اور شعور تازہ رہے، اور وہ ان سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے، جہاں اسلام نے والدین کے حقوق، اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بعد تاکید کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں، اسی طرح والدین پر بھی شریعت نے کچھ حقوق رکھے ہیں جو ذیل کے واقعہ اور احادیث سے معلوم ہوں گے۔

ایک شخص اپنے بیٹے کو لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کہ یہ میرا بیٹا میرا نافرمان ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ کیا تجھ کو اپنے باپ کی نافرمانی کرنے میں اللہ سے ڈر نہیں لگتا ہے؟ اور اس کے بعد باپ کے حقوق پر آپ نے روشنی ڈالی، لڑکے نے کہا یا امیر المؤمنین! کیا لڑکے کا بھی باپ پر کوئی حق ہے یا نہیں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں، ضرور ہے، باپ پر پہلا حق یہ ہے کہ اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے، یعنی وہ عورت جس سے وہ شادی کر رہا ہے سیرت وصورت اور اخلاق وکردار میں بہتر ہو، کسی مخدوش عورت سے شادی نہ کرے، تاکہ اولاد کو اپنی ماں کی وجہ سے ذلت ورسوائی سے دوچار نہ ہونا پڑے، پھر جب اللہ تعالیٰ اولاد دے تو اس کا اچھا نام رکھے، جب وہ پڑھنے کے لائق ہو تو کتاب اللہ کی تعلیم دے۔

اس لڑکے نے یہ سن کر کہا، اللہ کی قسم نہ تو انہوں نے میری ماں کا اچھا انتخاب کیا اور نہ ہی میرا اچھا نام تجویز کیا، کیونکہ میرا نام گندگی کا کیڑا، پھر نہ مجھے کتاب اللہ کی تعلیم

دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے باپ کو خطاب کر کے فرمایا تو کہتا ہے کہ میرا بیٹا نافرمانی کرتا ہے، اس سے پہلے کہ وہ تیری نافرمانی کرے، تو نے اس کی حق تلفی کی ہے، میرے پاس سے چلے جاؤ۔

پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ بیوی سے تعلق کے وقت انسان کے اندر محض اپنی خواہش نفس کی تکمیل ہی کا جذبہ کارفرما نہ ہو، کیونکہ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ بیوی سے تعلق کے وقت انسان کے اندر جس قسم کے جذبات ہوں گے اولاد پر لازماً ان کا اثر پڑے گا، بلکہ تسکین نفس کے ساتھ صالح اور نیک اولاد کی خواہش بھی ہونی چاہیے، اور اس کے لیے دل میں ایک تڑپ بھی ہونا ضروری ہے، جنسی جذبات کی شدت کے وقت خدا کو یاد رکھنا اور اس سے دعا کرنا مشکل نہیں ہے اس کا تعلق نیت اور ارادہ سے ہے مسلمان وہ ہے جو اس حال میں بھی خدا کو نہ بھولے اور شروع سے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے دعا کرتا رہے، تو اس پر شیطان کا اس طرح تسلط اور غلبہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ اسے راہ راست سے بالکل پھیر دے۔

بلکہ اس کو اور اس کی اولاد کو خدا کی حفاظت حاصل رہے گی، بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے: ((لم یضرہ الشیطان ولم یسلطہ)) یعنی جو شخص شروع ہی سے دُعا کرتا رہے گا، اس کی اولاد کو شیطان نقصان نہیں پہنچائے گا اور اس پر اس کا تسلط نہ ہوگا، بچہ صلاح وتقویٰ کا جوہر لے کر پیدا ہوگا، وہ دیدہ ودانستہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر اصرار نہیں کرے گا بلکہ جب کبھی شیطان کے زیر اثر، یا نفس امارہ کے تقاضا سے کوئی لغزش ہوگی وہ فوراً خدا کی طرف رجوع کر کے اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہے گا، اس طرح اولاد کی تربیت کے بارے میں بھی کچھ احادیث آئی ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ایوب بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باپ کی طرف سے سب سے بہتر عطیہ حسنِ ادب ہے، ترمذی کی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے بیٹے کو ادب سکھائے یہ اس کے لیے بدرجہا بہتر ہے اس سے کہ وہ ایک صاع خیرات کرے۔

ان احادیث وواقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلام نے والدین پر بچوں کی تعلیم وتربیت اور اس کے حسنِ ادب پر زیادہ دھیان دیا ہے اسلام چاہتا ہے کہ انسان کے اندر شروع سے دینی اور دنیوی ذمہ داریوں کا شعور واحساس تازہ رہے اور والدین اپنے بچوں کی تربیت اسلام کی روشنی میں کریں، مذکورہ سوال کا جواب یہی ہے کہ اس کے مخاطب دراصل بالغ مرد عورت ہی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اکثر جگہ مخاطب مرد ہی ہیں، بجز مخصوص مسائل کے، عورتیں بھی ان مسائل میں ضمناً شامل ہو جاتی ہیں، یہاں پر بالغین ہی مخاطب ہیں کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں کی تعلیم وتربیت پر توجہ رکھیں، مذکورہ تین اوقات میں بغیر اجازت بالغ مرد وعورت کے کمرہ میں نہ جائیں واقعات وتجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کا بہترین زمانہ ان کی کم سنی اور لاشعوری کے ایام ہیں، کچی عمر میں جو بات بچوں کے ذہن میں جم جاتی ہے، شعور اور عقل کے پختہ ہونے پر بھی کسی صورت سے ان کے ذہنوں سے جاتی نہیں ہے۔

## لفظِ جُنَاح

مذکورہ آیت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ ان تین اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں بلا اجازت آنے جانے کے لیے تم پر جناح (گناہ) نہیں ہے، اگرچہ لفظ جناح آیا ہے جو عموماً گناہ کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے مگر کبھی مطلقاً حرج اور مضائقہ کے معنیٰ میں آتا ہے یہاں پر جناح کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے لیے کوئی مضائقہ اور تنگی نہیں ہے، اس سے بچوں کے مکلف اور گناہ گار ہونے کا شبہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

## بچوں کو ڈانٹنے کی شرعی حیثیت

ان تین اوقات کے علاوہ (فجر سے پہلے، دوپہر کے بعد اور عشاء کے بعد) دوسرے اوقات میں نابالغ بچے اور گھر کے خادم عورتوں اور مردوں کے کمرہ میں یا ان کے تخلیہ کی جگہوں میں بلا اجازت آجا سکتے ہیں، اگر اس صورت میں تم کسی نامناسب حالت میں

ہو، ستر غلیظ کھلی ہوئی ہو، یا باہم مباشرت کی صورت میں مبتلا ہو اور وہ بلا اجازت کے آجائیں تو تم کو ڈانٹنے یا سزا دینے کا کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ یہ تمہاری حماقت اور بد تہذیبی ہوگی کہ کام کاج کے اوقات میں اپنے آپ کو ایسی نامناسب حالت میں رکھو، اور چونکہ یہ اوقات عموماً پردہ کے نہیں ہوتے ہیں، اس لیے ان میں اعضاء مستورہ کو چھپائے رکھنا تمہارا دینی اور اخلاقی فریضہ ہے، البتہ اگر وہ تخلیہ کے مذکورہ تین اوقات میں تمہاری تربیت و تعلیم کے باوجود بلا اجازت آجائیں تو وہ قصوروار ہیں، ان کو سزا دی جاسکتی ہے، اگر تم نے اپنے بچوں اور خادموں کو یہ تہذیب نہیں سکھائی تو تم گناہ گار ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی لونڈی کو بھی اس کا پابند کر رکھا ہے کہ ان تین اوقات میں بغیر اجازت میرے پاس نہ آیا کرے۔

## لفظِ عورت کی تحقیق

آیت میں جو ﴿ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾ مذکور ہے کہ تین اوقات تمہارے لیے عورت ہیں، عورت اردو میں تو صنف نازک کے لیے بولا جاتا ہے مگر عربی میں اس کے معنی پردہ اور خطرہ کی جگہ کے ہیں، اور یہ لفظ اس عضو کے لیے بھی بولا جاتا ہے جس کا کھل جانا آدمی کے لیے باعث شرم و حیاء ہو، یا جس کا ظاہر ہونا اس کو ناگوار ہو، یہ سب معنیٰ باہم مناسبت رکھتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ان اوقات میں لوگ تنہا یا اپنی بیویوں کے ساتھ عام طور پر ایسی حالتوں میں ہوتے ہیں جن میں گھر کے بچوں اور خادموں کا اچانک ان کے پاس آجانا نامناسب ہے، لہٰذا ان کی تربیت کرو کہ ان تین اوقات میں جب وہ تمہارے خلوت خانوں میں آنے لگیں تو پہلے اجازت طلب کر لیا کریں چپ چاپ خاموشی کے ساتھ نہ گھس جایا کریں، ہوسکتا ہے کہ تم پردہ کی حالت میں نہ ہو اور یہ آنا دونوں کے لیے شرمندگی کا باعث ہو، اور ناگوار خاطر بھی۔

ان چیزوں میں جو بکثرت پیش آتی ہیں اور جس سے بچنا اور محفوظ رہنا مشکل ہو تو شریعت اس میں سہولت کے کچھ پہلو نکال دیتی ہے، مثلاً بلی کثرت سے گھروں میں آتی ہے

بلکہ اس کو پالتے بھی ہیں اور کبھی وہ کھانے اور پینے کی چیزوں میں منہ ڈال دیتی ہے اگر شریعت اس کی منہ ڈالی ہوئی چیزوں کو نجس یا حرام کر دیتی ،تو یقیناً لوگوں کو اس سے بہت پریشانی پیش آتی ،اس لیے شریعت نے کچھ صورتیں سہولت کی نکال دی ہیں،اسی طرح یہاں پر بچوں اور خادموں کا مسئلہ ہے کہ بار بار کی اجازت طلبی سے بہت دشواری اور پریشانی پیش آسکتی ہے۔

**نوٹ:** لیکن یہ سہولت کے پہلوؤں کے نکالنے کا کام صرف علماء مجتہدین کا ہے، ہر شخص کو اس باب میں اجتہاد کی اجازت نہیں ہے،مثلاً کوئی یہ دلیل پیش کرے کہ کتا بھی پالا جاتا ہے وہ بھی گھر میں رہتا ہے چیزوں میں منہ ڈالتا ہے ،لہٰذا اس کی جھوٹی چیز ممنوع نہیں ہونی چاہئے ،تو ایسا قیاس قطعاً غلط ہوگا، کیونکہ شریعت نے کتا پالنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

## تین اوقات ہی کی تخصیص نہیں

اس باب میں فقہاء رحمہم اللہ نے صراحت کر دی ہے کہ ان ہی تین اوقات کی تخصیص نہیں ہے نزول قرآن کے وقت عادت عامہ ان ہی تین اوقات میں آرام کی تھی ،باقی اگر کسی دوسرے ملک میں خلوت کے اوقات دوسرے ہوں ،تو ان ہی اوقات کا اعتبار کیا جائے گا،اور اس کے موافق بچوں اور خادموں کو تربیت دی جائے گی،اور یہاں اوقات نیند اور تخلیہ کو متعین نہیں کیا گیا ہے، بلکہ نص میں عرف عام کی رعایت رکھی گئی ہے اور اس عرف عام کا فائدہ ان ممالک کو پہنچے گا جہاں چوبیس گھنٹہ یا اس سے زیادہ کا دن یا رات ہوتی ہے، مثلاً گرین لینڈ (Green Land) یا آئس لینڈ (Ice Land) ان ممالک میں: تین ماہ کا دن ہوتا ہے اور تین ماہ کی رات ہوتی ہے،ان میں ہر کام کے لیے اوقات مقرر ہیں، اسی طرح نماز روزہ کی بھی گھنٹوں سے تعیین کر لی جاتی ہے ،لہٰذا یہاں پر جو اوقات نیند کے مقرر ہیں اسی حساب سے بچوں اور خادموں کو اجازت وغیرہ کی تربیت دی جائے گی۔

مسائل مذکورہ میں گھر والوں کے لیے خصوصی رعایت ہے،مثلاً کسی شخص نے اندرون کمرہ کا پردہ یا چک اٹھا رکھی ہے اور خود سامنے ہی بیٹھ گیا، یا کھلے دالان میں بغیر کسی

حجاب کے بیٹھا یا لیٹا ہوا ہے، تو گھر والوں کو اب کسی مزید اجازت کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر اس نے پردہ ڈال لیا ہے، یا دروازہ بند کر لیا تو پھر اجازت لینا گھر والوں کے لیے بھی ضروری ہو گیا مگر جس کو اس نے خصوصی طور پر اجازت دے دی ہو کہ تم میرے پاس بلا روک ٹوک آ سکتے ہو وہ اس سے مستثنیٰ رہے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تفسیر ابن کثیر نے بسند ابن ابی حاتم نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تین آیات ایسی ہیں جن پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے، ایک تو آیت استیذان ہے، دوسری آیت ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ جس میں بتلایا کہ سب سے زیادہ مکرم ومعزز وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ مگر آج کل معزز و مکرم وہ سمجھا جاتا ہے جس کے پاس کچھ زرِ دنیا ہے، چاہے وہ اوصاف حقیقیہ سے بالکل بے بہرہ ہو، تیسری آیت ﴿وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی ...الآیۃ﴾ جس میں تقسیم میراث کے وقت وارثوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے کہ اگر مال وراثت کی تقسیم کے وقت کچھ ایسے رشتہ دار بھی آ موجود ہوں جن کا ضابطہ میراث سے کوئی حصہ نہیں، ان کو بھی کچھ دے دیا کرو تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔

چنانچہ گھر کی اصلاح اور اہل خانہ کی دینی تعلیم و تربیت کرنا اور انھیں شعائر اسلام کا پابند بنانا گھر کے سرپرست کی ذمہ داری ہے، اس لحاظ سے کچھ نصیحتیں پیش خدمت ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے گھر گلشن کا منظر پیش کرے گا، دنیاوی مصائب و پریشانیاں یقیناً معدوم ہوں گی، گھر میں نورانیت وشادمانی کی پرکیف بہاریں جلوہ گر ہوں گی، شیطان اور شیطانیت کا زور ختم ہو گا اور انہیں کھل کر کھیلنے اور بغاوت وسرکشی اور آوارگی و بے حیائی کے مناظر برپا کرنے کے مواقع میسر نہ ہوں گے اور گھر کا سرپرست اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا بھی کر سکے گا، نیز یہ نصیحتیں اس کے لیے دنیوی واخروی کامیابی میں انتہائی مدد ومعاون ہوں گی۔

ذیل میں ہم یہ نصیحتیں بالترتیب بیان کریں گے، جسے حرزِ جان بنانا انتہائی مفید ہے۔

گھر ہر فرد کی ضرورت ہے اگر ذاتی گھر تعمیر کرنا ہو یا کرائے وغیرہ پر حاصل کرنا ہو تو اس کے انتخاب کے متعلق اگلے باب میں ہدایات کو ملحوظ رکھیں۔

# دوسرا باب

## گھر کے انتخاب کے متعلق چند مفید مشورے

# ① گھر مسجد کے قریب ہونا چاہیے

مومن کی علامت یہ ہے:

((قلبه معلق بالمسجد)).

"مومن کا دل مسجد سے معلق رہتا ہے۔"

مومن ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے فکر میں رہتا ہے، اس لیے مسجد کے قریب گھر کے ہونے میں آپ کو دین ودنیا کا فائدہ ہوگا آپ اذان سنیں گے ذکر اللہ ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں گے، مسلمان بھائیوں سے ملاقات ہوگی اور اس طرح دوستی رشتے میں بھی تبدیل ہوسکتی ہے، مسجد کے قریب گھر بنانے سے باجماعت نماز ادا کرسکیں گے جب کہ موجودہ دور میں باجماعت نماز کو اہمیت نہیں دی جاتی بلکہ بعض لوگ اذان اور نماز کی آواز کو اپنے کام میں مداخلت محسوس کرتے ہیں، پھر آپ کو نیند سے جگانے کے لیے اذان معاون ثابت ہوگی، بچے قرآن سیکھیں گے اس کے برعکس اگر گھر سینما کے قریب ہے تو بچے فلمی گانے یاد کرلیں گے، تو یقین جانیے کہ مسجد کے قُرب وجوار میں اچھے اثرات مرتب ہوں گے جو دارین کی مسرتوں کا سبب بنے گا، لہٰذا گھروں کے انتخاب کے حوالہ سے قرآن وسنت کی اصل تعلیمات کی اشاعت کی حامل مسجد کی قربت کو ضرور ترجیح دیں۔

① ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل اور ان کی والدہ علیہما السلام کو مسجد حرام کے قریب بسایا تو اس میں ایک حکمت یہ تھی کہ یہ باآسانی نماز کا اہتمام کرسکیں، کیونکہ مساجد سے دوری سستی وکاہلی اور ترک نماز کا باعث بن سکتی ہے۔

﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (ابراہیم: ۳۷)

"اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے قریب غیر زرعی وادی میں آباد کیا ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں۔"

② نبی مکرم ﷺ نے مدینہ آمد پر سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر کا کیا اور اس کے ساتھ ملحق گھر تعمیر کیے، آپ ﷺ کا یہ عمل بھی دلیل ہے کہ مسجد کے قریب گھر تعمیر کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

## ② اپنا گھر فاسق لوگوں سے دُور بنائیں

مکان بناتے یا خریدتے وقت اس اہم نکتہ کو ملحوظ خاطر رکھیں کیونکہ ((الجار قبل الدار)) گھر کی آبادی سے پہلے گردونواح کا ماحول پڑوسیوں کی دینی واخلاقی حالت دیکھنا ضروری ہے اگر آپ کسی ایسے محلے میں مکان لیتے ہیں جہاں فاسق و فاجر لوگ رہتے ہیں تو یقیناً اگر کپڑے نہ بھی جلیں تو لوہار کی بھٹی سے تپش ضرور پہنچے گی، کے مصداق آپ بھی ان جیسے ہو جائیں گے جیسا پڑوس اور ماحول ہوگا ویسی ہی اولاد کی تربیت ہوگی نئے فساد کا سامنا ہوگا، لادین پڑوس کے اختلاط سے آپ کی بیوی بھی متاثر ہوگی فاسق لوگوں کا کلچر بھی آپ کی طرف منتقل ہوگا، پھر آپ ان سے بچنے کی کوشش کے باوجود بچ نہ پائیں گے، ایسی جگہ پر کسی دُنیاوی غرض کی خاطر ہرگز مکان تعمیر نہ کریں اور نہ ہی خریدیں، بلکہ کوشش کریں کہ اسلامی ذہن والے صالح لوگوں کا پڑوس نصیب ہو ممکن ہے اس دنیا کے اچھے پڑوسی جنت میں بھی آپ کے پڑوسی بن جائیں جس طرح شاعر نے کہا ہے:

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا

"یعنی میں خود صالح نہیں ہوں لیکن نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں شاید اس محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کا ساتھ نصیب فرمادے۔"

حدیث میں ہے کہ گھر سے پہلے پڑوسی کو دیکھو کیونکہ بُرے پڑوسی سے بڑا عذاب کوئی نہیں، جو لوگ برے پڑوسیوں سے تنگ ہیں، ان سے پوچھیں کہ کیا فائدے ہیں بُرے لوگوں سے دور رہنے کے، اللہ تعالیٰ بُرے پڑوسیوں کے شر سے بچائے۔ آمین

# گھر کی تعمیر میں کچھ اہم اُمور

گھر تعمیر کرتے وقت چند امور کا خاص خیال رکھیں۔

☆......اپنی طاقت کے مطابق گھر میں مہمان خانہ بنائیں کیونکہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتا ہے بلکہ عرب میں جس آدمی کی تعریف مقصود ہوتی تو کہتے فلاں آدمی کے چولہے کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی یعنی اس کے گھر میں مہمانوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے، گھر کی کھڑکیوں میں پردہ لگانا چاہئے تاکہ پڑوسیوں کے گھر میں نظر نہ پڑے۔

☆......گھر میں باتھ روم قبلہ رخ نہ بنائیں۔

☆......گھر کھلا ہو، کیونکہ کھلا گھر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

تین چیزیں انسان کی خوش قسمتی کی علامت ہیں:

(۱)......ایسی نیک بیوی کہ اسے دیکھے تو وہ خاوند کو خوش کردے جب انسان گھر میں موجود نہ ہو تو اس کے مال و آبرو کی حفاظت کرے۔

(۲)......ایسی سواری کا ملنا جو اس کو اس کے رشتہ داروں سے ملنے میں معاون ثابت ہو۔

(۳)......کھلا گھر جس میں زیادہ مہمان سما سکیں یہ انسان کی خوش بختی ہے۔

وہ اشیاء جو انسان کی بدبختی کی علامت ہیں:

☆......ایسی عورت مل جائے کہ جب انسان اس کی طرف دیکھے تو ناراضی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہو، بدزبان ہو خاوند غائب ہو تو نہ مال محفوظ اور نہ عزت۔

☆......ایسی سواری جو تھکاوٹ و پریشانی کا سبب ہو اور کسی کے کام بھی نہ آسکے۔

☆......تنگ گھر جس میں چند لوگ گزارہ کرسکیں جس سے ہر وقت انسان کے دل میں تنگی محسوس ہو یہ انسان کی بدبختی ہے۔ گھر میں روشندان اس نیت سے رکھیں کہ اذان کی آواز آئے گی۔ [1]

---

[1] رواہ الحاکم ج ۳ ص ۲۶۲، ۳: مسند احمد ۱: ۱۶۸۔

گھر کا کشادہ ہونا اور اہل خانہ کی باہمی محبت و الفت سعادت مندی کی علامت ہے، نیز گھر کا حدودِ اربعہ تنگ اور غیر وسیع ہو لیکن گھر کے افراد میں باہمی الفت اور رفق و یگانگت ہو، یہ بھی خوش نصیبی کی علامت ہے۔

گھر کھلا اس نیت سے بنائیں کہ مہمان بیٹھیں گے یقیناً اجر ملے گا، گھر کے لیے موسم کا خیال بھی رکھیں مثلاً ہوا، سورج کی روشنی وغیرہ، اس جدید دور میں ہر انسان تقریباً اس سے زیادہ سہولیات فراہم کرتا ہے۔ اسلامی گھر جنت کی طرف ایک قدم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام سے محبت کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

## گھر کے سرپرست اپنی ذمہ داری نبھائیں

چونکہ گھر کا میسر آنا انسان کے لیے سعادت مندی کی علامت اور اللہ کریم کی بہت بڑی نعمت ہے، اس اعتبار سے گھر کے سرپرست پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے نجات کا سامان پیدا کر سکتا ہے اور روزِ قیامت اپنی مسؤلیت سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے، ورنہ بصورت غفلت و سستی اور اہل خانہ کی دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام نہ کرنے کی بدولت وہ خود اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کا ایندھن بنانے کا موجب ہوگا اور گھر والوں کی نگرانی کا فرض نہ نبھانے اور ان کی دینی و شرعی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن اسے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، لہٰذا گھریلو معاملات کی اصلاح اور اولاد وغیرہ کی دینی و اخلاقی تربیت میں کوتاہی اور عدم دلچسپی کی روش ترک کی جائے، اسی میں گھر کے سرپرست کی کامیابی پنہاں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾ (التحریم:۶)

"اے ایمان والو! تم خودکو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت دل بہت مضبوط فرشتے ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو وہ حکم دیے جاتے ہیں۔"

اس آیت میں گھر کے سر پرست کی نہایت اہم ذمہ داری بیان ہوئی ہے کہ وہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کرے اور ان کی دینی و اخلاقی تربیت کا اہتمام کرے تا کہ یہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

پھر گھر کا سر پرست گھر والوں کا مسئول بھی ہے، اس مسئولیت کے پیش نظر اہل خانہ کی دینی تربیت کرنا اس کی اہم ذمہ داری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته: الامام راع ومسئول عن رعيته، والرجل راع في اهله وهو مسئول عن رعيته، والمراة راعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها، والخادم راع في مال سيده ومسئول عن رعيته)). [1]

"تم سب نگران ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کا سوال ہوگا، حاکم (رعایا کا) نگران ہے اور اس سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی، آدمی اپنے اہل خانہ کا نگران ہے اور اس سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، بیوی اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس ذمہ داری کی باز پرس ہوگی، خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس نگرانی کے متعلق سوال

---

[1] صحیح بخاری: كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن: ۸۹۳۔
صحیح مسلم: كتاب الامارة، باب فضيلة الامير العادل: ۱۸۲۹۔
سنن ابی داؤد: كتاب الخراج والفيء، باب مايلزم الامير من حق الرعية: ۲۹۲۸۔
جامع ترمذی: كتاب الجهاد، باب ما جاء في الامام: ۱۷۰۵۔

ہوگا۔"

یہ حدیث کھلی دلیل ہے کہ گھر کا سرپرست گھر کے افراد کا نگران و ذمہ دار ہے اور اہل خانہ کی اصلاح اور اسلامی تعلیم وتربیت اس کی اہم ذمہ داری ہے، جس میں کوتاہی نا قابل معافی جرم ہے، اس نگرانی میں سستی وکاہلی اور عدم توجہی کی صورت میں روزِ قیامت باز پرس ہوگی اور ذلت وہزیمت اٹھانا پڑے گی، جب کہ گھر والوں کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنے اور انہیں ارکانِ اسلام کا پابند بنانے کی صورت میں وہ خود بھی سرخرو ہوگا اور اہل خانہ بھی کامیاب وکامران ٹھہریں گے۔

## گھر کا ماحول باپردہ ہو

گھر کی تعمیر اس انداز سے کریں کہ اس کی پردہ داری متاثر نہ ہو، کیونکہ ایسا گھر پردے کے لحاظ سے آپ کے لیے مفید ہے اور ہمسایوں کے چھت وغیرہ پر چڑھنے سے آپ کو پردہ کے حوالے سے مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔

## گھر میں علیحدہ بیٹھک کا انتظام کریں

اپنے ملاقاتیوں اور عزیز واقارب سے مجلس نشینی کے لیے ایسے کمرے کا انتخاب کریں جو گھر کے دیگر کمروں سے علیحدہ ہو، تاکہ اجنبی مردوں سے گھر کی خواتین کا اختلاط نہ ہو اور آنے والے مہمانوں کو بھی اور آپ کو بھی اختلاط سے پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

## گھر کشادہ اور ہوادار ہو

جتنی چادر ہے اتنے پاؤں پھیلاؤ کے مصداق، جتنی مالی وسعت ہے اس لحاظ سے مکان وغیرہ کی تعمیر پر خرچ کریں اور اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام ہے تو ایسا گھر تعمیر کریں جو کشادہ اور ہوادار ہو کیونکہ کشادہ گھر بھی خوش بختی کی علامت ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اربع من السعادة: المراة الصالحة، والمسكن الواسع، والجار الصالح، والمركب الهنيى، واربع من الشقاوة: الجار السوء، المراة السوء، والمسكن الضيق، والمركب السوء)).[1]

"چار چیزیں خوش بختی کی علامت ہیں: ① نیک بیوی، ② کشادہ گھر، ③ نیک ہمسایہ اور ④ پرسکون سواری۔ اور چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں: ① برا ہمسایہ ② بری عورت ③ انتہائی تنگ گھر ④ بری سواری۔"

## گھر کے انتخاب میں ہمسایہ نیک اور دین دار ہونا چاہیے

گھر کے انتخاب کے وقت یہ بات لازمی ملحوظ رکھیں کہ آپ کے پڑوسی نیک، صالح، دین دار اور خوش اخلاق ہوں، کیونکہ نیک ہمسایہ خوش بختی کی علامت ہے اور آپ اس کی شرانگیزیوں اور فتنہ سامانیوں سے بھی محفوظ رہیں گے، جب کے بدمزاج، آوارہ اور بدکردار ہمسایہ آپ کے لیے وبال جان بنا رہے گا اور وقتاً فوقتاً اس کی شرارتوں سے آپ پریشان رہیں گے۔

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں خوش قسمتی کی علامت ہیں، ان میں سے ایک نیک ہمسایہ ہے اور چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں اور ان میں سے ایک برا ہمسایہ ہے۔

② ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((استعيذوا بالله من شر جار المقام، فان جار المسافر اذا شاء ان يزايل زايل)).[2]

"مقامی ہمسائے کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو، کیونکہ مسافر ہمسایہ سے انسان جب علیحدہ ہونا چاہے علیحدہ ہو سکتا ہے۔"

---

[1] صحیح ابن حبان: ۴۰۳۲۔ [2] صحیح ابن حبان: ۴۰۳۲۔ مسند احمد: ۳۴۶/۲۔ مستدرک حاکم: ۵۳۲/۱۔

# تیسرا باب

# گھر کے ماحول کو اسلامی بنانے
# کے
# سنہری اُصول

# گھر کا ماحول اسلامی بنائیں

گھر کو پُر امن، خوش حال اور پر سکون بنانے کے لیے لازم ہے کہ گھر کا ماحول اسلامی ہو اور اہل خانہ اسلامی فرائض و قوانین کے پابند ہوں، گھر کے متعلقہ اسلامی قوانین میں معمولی سی غفلت اور بے پرواہی آپ کی تمام زندگی کو بے سکون اور بدحال کر سکتی ہے، لہٰذا گھر کے متعلق قرآن وسنت کے قوانین میں نہ تو ترامیم کریں اور نہ ان میں لچک پیدا کرنے کی کوشش کریں، دونوں صورتوں میں پریشانی کے سزاوار ہوں گے اور کتاب وسنت کی تعلیمات پر عمل کرنے سے آپ اجر وثواب کے مستحق بھی ٹھہریں گے اور گھر پر نازل ہونے والی برکات اور سکون واطمینان سے آپ ہی مستفید ہوں گے۔

ذیل میں ہم گھر کے متعلقہ احکام کی وضاحت کریں گے جن کی پابندی کر کے قارئین دارین کی سرخروئی پاسکیں گے۔ ان شاء اللہ

# گھر میں ذکر واذکار کا اہتمام کیجیے

مسنون اذکار کی پابندی کیجیے، کیونکہ ذکر الٰہی کا اہتمام، رحمتوں اور برکتوں کا باعث، منکرات سے بچاؤ کا سبب، اللہ تبارک وتعالیٰ کی معیت کا باعث اور اخروی فلاح کا سرچشمہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کثرت سے ذکر کرنے کی تاکید کی ہے۔

⑥ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرہ:۱۵۲)

"تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔"

یعنی تم میرے ذکر سے لب تر رکھو، اور زبان کو مسنون اذکار اور ادعیہ سے حرکت دو میں تمہیں یاد کروں گا۔

☆......جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کا جیسے ذکر کرے (یعنی دل میں ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ

اسے دل میں یاد کرتا ہے اور اگر وہ مجلس میں اس کا ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر مجلس (یعنی فرشتوں کی مجلس) میں اس کا ذکر خیر فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے کو یاد کرنے کی یہ کیفیت مبنی بر حقیقت ہے اور یہ کیفیت اس کی شان اور عظمت کے لائق ہے اس میں تمثیل وتشبیہ اور تعطیل کا عمل دخل نہیں، پھر ذکر پر ثواب اور انعام اللہ کی رحمت اور احسان کے آثار کی برکات ہیں۔ [1]

☆...... جب تک انسان اذکار اور تلاوت قرآن میں مشغول رہے، اسے اللہ تعالیٰ کا ساتھ نصیب رہتا ہے اور دورانِ ذکر شیطان اس پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا اور وہ شیطانی وساوس اور حملوں سے محفوظ رہتا ہے، حدیث قدسی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

((انا مع عبدی ما ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ)). [2]

"میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ ہلتے رہتے ہیں۔"

یہ حدیث دلیل ہے کہ انسان جب تک اذکار وتلاوت میں مشغول رہتا ہے تب تک اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ساتھ نصیب رہتا ہے، لہٰذا معیت الٰہی کا شوق رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہیں، فضول ابحاث، بے تکی باتوں اور بے سروپا لطیفوں اور کہانیوں سے گریز کریں، یوں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہو سکتے ہیں اور رحمت ایزدی ان پر سایہ فگن رہے گی، لہٰذا آپ خود بھی ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآن پاک کا خاص اہتمام کیجیے اور گھر کے افراد کو بھی اس عادت کا پابند بنائیے۔

② اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنا فلاح دارین کا باعث ہے۔

اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا اور ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں منہمک رہنا دنیوی واُخروی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

[1] فتح الباری: ۱۳، ۴۷۳۔

[2] سنن ابن ماجہ: کتاب الادب، باب فضل الذکر: ۳۷۹۲۔ مسند احمد: ۲،۵۴۰۔ صحیح ابن حبان: ۸۱۵۔

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝﴾ (الجمعۃ:۱۰)

"او، اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔"

اور دین سے پختہ وابستگی کے لیے زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھنا لازم امر ہے، حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر احکام اسلام بہت زیادہ ہیں، لہٰذا مجھے ایسی بات بتایئے کہ میں اسلام سے وابستہ رہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لایزال لسانك رطبا من ذکر الله)). [1]

"تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے"

☆..... یاد الٰہی میں انہماک، انسان کو بے حیائی، برائی اور دیگر بُرے اعمال سے محفوظ رکھتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ ۖ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ۝﴾ (العنکبوت:۴۵)

"اور نماز قائم کرو، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر تو سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

## گھر میں ذکرِ الٰہی کا اہتمام گھر کی زندگی ہے

جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے، وہ گھر رحمتوں اور برکتوں سے منور اور آباد ہوتے ہیں اور جن گھروں میں ذکر اللہ کا فقدان ہے، وہ شیطان کے ڈیرے، نزول رحمت سے ویران اور برکتوں کے حصول سے خالی ہیں، لہٰذا گھروں میں مسنون اذکار اور تلاوت قرآن کا اہتمام کر کے انھیں حیات بخشیے اور رحمتوں اور برکتوں کے دریچے کھولیے، ورنہ گھر

---

[1] مسند احمد: ۴/۱۸۸۔ جامع ترمذی: کتاب الدعوات، ما جاء فی فضل الذکر: ۳۳۷۵۔ سنن ابن ماجه: کتاب الادب فضل الذکر: ۳۷۹۳۔ صحیح ابن حبان: ۸۱۴۔

کے افراد کی اذکار اور تلاوت قرآن سے غفلت اور بے پرواہی اسے قبرستان اور مردہ بنا دیتی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مثل البیت الذی یذکر اللہ فیہ، والبیت الذی لا یذکر اللہ فیہ، مثل الحی والمیت)). [1]

"اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا زندہ اور مردہ کی مثال کی طرح ہے۔"

☆......یعنی جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو وہ زندہ، روحانیت و نورانیت سے آباد اور رحمتوں اور برکتوں سے منور ہوتا ہے، اہل خانہ کے لیے مفید اور شیطان کی سازشوں سے محفوظ ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر سے خالی گھر مردہ کی طرح ہے جس کا اہل خانہ کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، لہٰذا گھر میں اذکار کا اہتمام کر کے اسے جلا بخشیے۔

☆......امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ گھر پر ذکر اللہ سلام مستحب فعل ہے اور گھروں کو ذکر سے خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ [2]

☆......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہاں گھر سے مراد گھر کا رہائشی ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں ذکر کا اہتمام کرنے والے کو زندہ شخص سے تشبیہ دی ہے کہ اس کا ظاہر نور حیات ہے اور باطن نور معرفت سے آراستہ ہے اور جو شخص گھر میں ذکر کا اہتمام نہیں کرتا، اس کا ظاہر نور حیات سے خالی اور باطن نور معرفت سے ویران ہے۔ [3]

☆......اللہ کے ذکر سے خالی گھر قبرستان کا منظر پیش کرتے ہیں اور وہاں شیطان اور شیطانیت کا راج چلتا ہے، اور اگر آپ گھر کو شیطانی تسلط سے چھڑانا چاہتے ہیں تو گھر میں فلموں، ڈراموں اور موسیقی کے رواج اور تصویریں آویزاں کرنے کی بجائے گھر میں اوراد و

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ: ۷۷۹۔

[2] شرح النووی: ۶، ۶۸۔ [3] فتح الباری: ۱۱، ۲۵۲۔

اذکار اور تلاوت قرآن کا اہتمام کیجیے، آپ کے اس عمل سے شیطانی غلبہ کمزور پڑتا ہے اور روحانیت اور رحمتوں و برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تجعلوا بیوتکم مقابر، ان الشیطان ینفر من البیت الذی تقرأ فیه سورة البقرة))۔ [1]

"تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جائے۔"

☆ ...... اپنے گھر کو ذکر اور عبادت سے خالی نہ چھوڑو ورنہ تمہارے گھر قبرستان کی مثل اور تم مردوں کی مثل ہو جاؤ گے۔ [2]

☆ ...... جس گھر میں ذکر اور قرآن کی تلاوت، بالخصوص سورۂ بقرہ کی تلاوت ہو اس گھر سے شیطان نکل جاتا ہے اور وہاں رحمتوں اور برکتوں کا دور دورہ ہوتا ہے۔

گھر میں ذکر و اذکار کی مجالس کا انعقاد بھی کریں اور اہل خانہ کو تلاوت قرآن، صبح و شام کے اذکار، مخصوص ادعیہ کا پابند بنائیں اور ممکن ہو تو یہ عمل ایک جگہ بیٹھ کر اکٹھے کریں، اہل اسلام کو اس عمل کی تاکید بھی ہے، پھر یہ عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے، رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا باعث بھی ہے۔

① ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهٗ﴾ (الکہف:۲۸)

"اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھو، جو اپنے رب کو صبح و شام

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ: ۷۸۰۔
جامع ترمذی: کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی: ۲۸۷۷۔
مسند احمد: ۲، ۲۸۴۔

[2] تحفۃ الاحوذی: ۸، ۱۲۶۔

پکارتے ہیں وہ اس کا چہرہ (اس کی رضا) چاہتے ہیں۔"

② مجلس ذکر کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، ان پر رحمت ایزدی سایہ فگن ہوتی ہے اور ان پر سکینت کا نزول ہوتا ہے، اس لیے گھر پر مجلس ذکر کا انعقاد کر کے اس کے فضائل سے مستفید ہوں۔

حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الحمد لله الذي احيانا بعد ما اماتنا و اليه النشور)). [1]

"سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں موت سے دوچار کرنے کے بعد زندگی دی اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔"

☆......امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بیداری کے وقت اس دعا کا اہتمام کرنے کی حکمت یہ ہے کہ انسان کے اعمال کا آغاز توحید اور اچھے کام سے ہو۔ [2]

☆......نمازِ تہجد کے لیے بیدار ہونے والے کے لیے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھنا مشروع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف شب کے قریب نمازِ تہجد کے لیے بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے نیند دور کی پھر سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت کیں۔ [3]

## گھروں میں نوافل کا اہتمام خیر و برکت کا باعث ہے

گھر میں نوافل کا اہتمام خیر و برکت کا باعث ہے، لہٰذا گھروں میں نوافل کا اہتمام کر کے گھروں کو بابرکت بنائیے، گھر پر رحمت ایزدی داخل کیجیے، بصورت دیگر گھروں میں

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الدعوات، باب وضع الید تحت الخد الیمنی: ۶۳۱۴۔

[2] شرح النووی: ۳۵،۱۷۔ [3] صحیح بخاری: ۴۵۷۲

نوافل اور تلاوت قرآن کے اہتمام سے خالی گھروں کو قبرستان قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اہل قبور، نماز، ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن کے اہتمام سے عاری ہیں اور زندہ لوگوں کا شیوہ گھروں پر نفل نماز کی پابندی، ذکر واذکار اور تلاوت قرآن کا اہتمام کرنا ہے، لہٰذا اپنے زندہ ہونے کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ گھروں میں نوافل پڑھے جائیں، احادیث نبویہ میں اس کی تاکید بیان ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اجعلوا من صلاتکم فی بیوتکم، ولا تتخذوھا قبورا)). [1]

"اپنی کچھ نماز (نوافل) کا اہتمام اپنے گھروں میں کرو، اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔"

اور گھر میں نوافل پڑھنا خیر و برکت کا باعث ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اذا قضی احدکم الصلاۃ فی مسجدہ، فلیجعل لبیتہ نصیبا من صلاتہ، فان اللہ جاعل فی بیتہ من صلاتہ خیرا)). [2]

"جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز ادا کرے تو وہ نماز میں سے کچھ حصہ کا اہتمام اپنے گھر پر کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کی گھر پر نماز کو باعث خیر بنانے والا ہے۔"

## گھر میں داخل ہوتے وقت ذکر الٰہی کا اہتمام کیجیے

گھر میں داخل ہوتے وقت ذکر الٰہی کی پابندی لازمی کیجیے، کیونکہ گھر میں داخل

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ الصلاۃ فی المقابر: ٤٣٢۔
صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ: ٧٧٧۔

[2] صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ: ٧٧٨۔
سنن ابن ماجہ: کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی التطوع فی البیت: ١٣٧٦۔

ہوتے وقت ذکر کا اہتمام شیطان کے لیے نہایت بوجھل اور تکلیف دہ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اذا دخل الرجل بيته فذكر الله عند دخوله وعند طعامه، قال الشيطان: لا مبيت لكم ولا عشاء، و اذا دخل فلم يذكر الله عند دخوله، قال الشيطان: ادركتم المبيت، و اذا لم يذكر الله عند طعامه، قال: ادركتم المبيت والعشاء)). [1]

"جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے: تمہارے لیے نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ شام کا کھانا، لیکن جب وہ گھر میں داخل ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے: تم نے رات گزارنے کی جگہ حاصل کر لی اور جب وہ کھانے کے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے تو وہ کہتا ہے: تم نے رات گزارنے کی جگہ اور شام کا کھانا حاصل کر لیا۔"

## فوائد:

① اگر گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر (بسم اللہ) کیا جائے تو شیطان بستر پر آرام نہیں کر سکتا، بلکہ جس بستر پر انسان لیٹتا ہے وہ اس سے محروم ہو جاتا ہے لہٰذا گھر میں داخل ہوتے وقت ذکر الٰہی کا اہتمام مستحب عمل ہے۔

② کھانا کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھنے سے شیطان کھانے سے محروم رہتا ہے اور کھانے کی قلت اسے ضرور کمزور کرے گی اور وہ سازشوں اور وسوسوں میں مبتلا کم کرے گا، ورنہ شیطان جتنا طاقتور اور قوی ہوگا اس کے حملے اتنے ہی جارحانہ اور تباہ کن ہوں گے۔

---

[1] صحيح مسلم: كتاب الاشربة، باب آداب الطعام والشراب: ٢٠١٨۔
سنن أبي داود: كتاب الاطعمة، باب التسمية على الطعام: ٣٧٦٥۔
مسند احمد: ٣٠٣٨٣۔ صحيح ابن حبان: ٨١٩۔

③ گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ کہنے سے ذکر کا اہتمام ہو جاتا ہے، کیونکہ مذکورہ حدیث میں کھانے اور گھر میں داخل ہوتے وقت ذکر اللہ کا اہتمام کرنے کی تاکید ہے۔

## گھر میں داخل ہوتے وقت کی مسنون دُعا

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی گھر میں داخل ہو تو (یہ کلمات) کہے:

((اللّٰھم انی اسئلك خیر المولج و خیر المخرج، بسم الله ولجنا و بسم الله خرجنا، و علی ربنا توکلنا، ثم لیسلم علی اھله)).[1]

"اے اللہ! میں تجھ سے داخل ہونے کی جگہ کی خیر اور باہر نکلنے کی جگہ کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے، اللہ کے نام سے نکلے اور اپنے رب پر ہم نے توکل کیا، پھر وہ اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔"

## گھر سے نکلتے وقت کی مسنون دُعائیں

① ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے گھر سے نکلتے، آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ کلمات ضرور کہتے تھے:

((اللّٰھم انی اعوذبك ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجھل او یجھل علی)).[2]

---

[1] سنن ابی داود: کتاب الادب، باب مایقول اذادخل بیتة: ۵۰۹۶، طبرانی کبیر: ۳۳۷٤۔

[2] سنن ابی داود: کتاب الادب، باب مایقول اذاخرج من بیته: ۵۰۹٤۔
سنن نسائی: کتاب الإستعاذة، باب الاستعاذة من الضلال: ۵٤۸۸، ۵۵٤۱۔
سنن ابن ماجه، کتاب الدعاء، باب مایدعوبه الرجل اذاخرج من بیته: ۳۸۸٤۔
مسند احمد: ۳۲۱، ۳۱۸، ٦۔

"اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں، میں (دین سے) پھسلوں یا پھسلایا جاؤں، میں ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں، یا میں جہالت کروں یا مجھ پر جہالت کا ارتکاب کیا جائے۔"

② حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان گھر سے نکلے اور یہ کلمات ﴿بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ﴾ کہے تو اس وقت اسے کہا جاتا ہے کہ تو ہدایت دیا گیا ہے، تو کفایت کیا گیا ہے، اور تو حفاظت کیا گیا ہے، شیاطین اس سے دور ہٹ جاتے ہیں اور ایک شیطان دوسرے سے کہتا ہے: تو ایسے شخص کا کیا بگاڑے گا جو ہدایت دیا گیا، کفایت کیا گیا اور حفاظت کیا ہوا ہے۔ [1]

## گھر کو شیطان سے محفوظ بنانے کا طریقہ

گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کا اہتمام کیجیے، اس عمل سے شیطان گھر سے بھاگ اُٹھتا ہے اور گھر شیطانی سازشوں، حملوں اور وسوسوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تجعلوا بیوتکم مقابر، ان الشیطان ینفر من البیت الذی تقرأ فیه سورة البقرة)). [2]

"تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جائے۔"

---

[1] سنن ابی داود: کتاب الادب، باب مایقول اذا خرج من بیته: ۵۰۹۵۔
جامع ترمذی: کتاب الدعوات، باب ماجاء مایقول اذا خرج من بیته: ۳۴۲۶۔
صحیح ابن حبان: ۸۲۲۔

[2] صحیح مسلم: کتاب الصلاة، باب استحباب صلاة النافلة فی بیته: ۷۸۰۔
جامع ترمذی: کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورة البقرة و آیة الکرسی: ۲۸۷۷۔
مسند احمد: ۲،۲۸۴۔

② جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت ہو اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہوتا:

شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوسکتا، جہاں سورۂ بقرہ کی تلاوت ہو، لہٰذا گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کا اہتمام کر کے شیطان کا داخلہ بند کیجیے اور گھروں کو رحمت اور برکات کے نزول کی جگہ بنائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اقرؤ وا سورۃ البقرۃ فی بیوتکم، فان الشیطان لایدخل بیتا تقرا فیہ سورۃ البقرۃ)). [1]

"اپنے گھروں میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کرو، کیونکہ شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔"

③ جس گھر میں مسلسل تین راتیں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کی جائیں شیطان اس گھر کے قریب نہیں پھٹکتا۔

جس گھر میں مسلسل تین راتیں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں تلاوت کی جائیں شیطان اس گھر کے قریب بھی نہیں پھٹکتا، لہٰذا آپ ان آیات کی تلاوت کو وظیفہ بنا کر اپنے گھر کو شیطان سے محفوظ رکھ سکتے ہیں، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا:

((ان اللہ کتب کتابا قبل ان یخلق السموات والارض بالفی عام انزل منہ ایتین ختم بھما سورۃ البقرۃ، ولایقرآن فی دار ثلاث لیال فیقربھا شیطان)). [2]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل ایک کتاب لکھی جس سے دو آیتیں نازل کیں، جن کے ساتھ سورۂ بقرہ کا خاتمہ کیا اور جس گھر میں ان (دو آیات) کی تین رات تلاوت کی جائے شیطان اس گھر کے

---

[1] مستدرک حاکم: ۱/۵۶۱۔

[2] جامع ترمذی: کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ البقرۃ: ۲۸۸۲۔ مسند احمد: ۴/ ۲۷۴۔ مستدرک حاکم: ۱/ ۵۶۲۔

قریب نہیں آتا"

## گھر میں قبیح اعمال سے گریز کریں

ذیل میں ہم ایسی بداعمایوں کا ذکر کریں گے، گھروں میں جن کے ارتکاب سے رحمتیں روٹھ جاتیں، برکتیں اٹھ جاتیں اور رحمت کے فرشتے منہ موڑ لیتے ہیں:

## گھر میں تصاویر آویزاں نہ کریں

گھر میں موجود تصاویر ضائع کردیں، دیواروں پر تصاویر آویزاں نہ کریں کیونکہ جس گھر میں تصاویر ہوں اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، خواہ تصاویر عکسی، نقشی یا مجسمہ اور مورتی کی صورت میں ہوں یا وہ عزیز و اقارب، اولیاء، انبیاء اور مقدس شخصیات کی تصاویر کیوں نہ ہوں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لاتدخل الملائکة بیتافیه کلب ولاتصاویر)). [1]

"فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصاویر ہوں۔"

لہٰذا رحمت کے فرشتوں کا دخول، ان کی دعائیں اور رحمتیں سمیٹنا چاہتے ہو تو گھروں سے تصاویر کو نکالنا اور انہیں زائل کرنا شرطِ اوّل ہے، بصورت دیگر شقاوت، بدبختی، شیطان کا تسلط، آوارگی، ذہنی و قلبی اضطراب مقدر رہے۔

☆......جس گھر میں تصویر اور کتا ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، کراماً کاتبین اور موت کے فرشتے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب تصاویر: ۵۹۴۹۔
صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینة، باب تحریم صورۃ الحیوان: ۲۱۰۶۔
سنن ابی داود: کتاب اللباس، باب فی الصور: ۱۴۵۳۔
جامع ترمذی: کتاب الاستئذان، باب ماجاء ان الملائکة لاتدخل بیتافیه صورۃ ولا کلب: ۲۸۰۴.

[2] تحفة الاحوذی: ۶۲/۸۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حفاظت پر مامور فرشتے ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں اور انسانوں سے کسی حالت میں بھی جدا نہیں ہوتے کیونکہ وہ اعمال شمار کرنے اور لکھنے پر مامور ہیں۔ [1]

☆...... جو لوگ گھر پر تصاویر آویزاں کرتے یا کتا پالتے ہیں وہ گھروں میں فرشتوں کی آمد، ان کی دعاؤں، صاحب بیت کے لیے ان کے استغفار، برکات اور شیطانی ایذا کے دفاع سے محروم رہتے ہیں۔ [2]

لہٰذا رحمتوں اور برکتوں کے دروازے بند نہ کیجیے بلکہ گھروں کو ان حرام چیزوں سے پاک کر کے رحمتوں کی آمد کے در کھولیے اور فرشتوں کی دعائیں، استغفار اور برکات حاصل کیجیے اور شیطانی مکاریوں، تباہ کاریوں سے محفوظ رہیے۔

☆...... اکثر گھروں میں اخبارات، میگزین، رسالے اور تصاویر سے مزین ڈائجسٹ ہوتے ہیں جن کی تصاویر کی شکلیں ختم نہیں ہوتیں، ایسے گھروں میں بھی رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، لہٰذا گھر پر اخبار، میگزین یا کوئی رسالہ لانا ہی ہے تو سب سے پہلے اس کی تصاویر مٹائیں پھر استعمال کریں یوں آپ لوگ اس قباحت سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

## جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے

جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، لہٰذا اپنے شوق اور مشاغل کی وجہ سے گھر پر کتا رکھ کر رحمت کے نزول میں رکاوٹ کھڑی نہ کریں۔

① حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] شرح النووی: ۱۴، ۸۴۔

[2] شرح النووی: ۱۴، ۸۴۔

((لاتدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا تصاوير)). [1]

"فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصاویر ہوں۔"

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معین وقت کا وعدہ کیا کہ وہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے، وہ گھڑی آئی لیکن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: اللہ اور اس کے فرشتے اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کی تلاشی لی تو نا گہاں وہاں چارپائی کے نیچے کتے کا پلا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کتا یہاں کب داخل ہوا تھا؟ انہوں نے عرض کی: واللہ! مجھے علم نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اسے باہر نکال دیا گیا، پھر جبرائیل علیہ السلام آپہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے مجھ سے وعدہ کر رکھا تھا اور میں آپ کے انتظار میں بیٹھا تھا لیکن آپ تشریف نہ لائے، اس پر جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

((منعني الكلب الذي كان في بيتك، انا لاندخل بيتا فيه كلب ولا صورة)). [2]

"مجھے داخل ہونے سے اس کتے نے روک رکھا تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھا، بے شک ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہو۔"

## کتا پالنے کا دوسرا بڑا نقصان

شریعت میں تین قسم کے کتے رکھنے کی اجازت ہے۔

① شکاری۔ ② مویشیوں کی حفاظت کے لیے۔

③ کھیتی کی حفاظت کے لیے۔

---

[1] صحيح بخاري: كتاب اللباس، باب تصاوير: ۵۹۴۹۔

صحيح مسلم: كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان: ۲۱۰۵۔

[2] صحيح مسلم: كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان: ۲۱۰۴۔

ان کے علاوہ کتے رکھنے والے کے نامہء اعمال سے روزانہ دو قیراط (ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے) ثواب کم ہوتا ہے، لٰہذا مذکورہ تین اقسام کے سوا ہر قسم کا کتا رکھنے سے اجتناب کیا جائے نیز اہل یورپ کی نقالی میں کتے پال فیشن سے گریز کیا جائے اور کتاب وسنت کی تعلیمات کو حرزِ جاں بنایا جائے، شریعت کے قوانین کی پاس داری میں دین ودنیا کا استحکام اور رب تعالیٰ کی رضامندی پنہاں ہے،

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من اقتنی کلبالیس بکلب ماشیة اوضاریة نقص کل یوم من عمله قیراطان)). [1]

"جس نے مویشیوں کی حفاظت والے کتے اور شکاری کتے کے سوا کتا رکھا اس کے عمل سے روزانہ دو قیراط کمی واقع ہوتی ہے۔"

② ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من اتخذ کلبا، الاکلب ماشیة اوصید اوزرعا، انتقص من اجره کل یوم قیراط)). [2]

"جس نے مویشیوں کی حفاظت، شکاری اور کھیتی کی حفاظت والے کتے کے علاوہ کتا رکھا اس کے اجر سے روزانہ ایک قیراط کی کمی واقع ہوتی ہے۔"

## گھر میں صالحین اور اہل علم کو کھانے پر مدعو کریں

قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی دُعا میں یہ الفاظ وارد ہیں:

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الذبائح والصید، باب من اقتنی کلبا لیس بکلب صید او ماشیة: ۵۴۸۰۔
صحیح مسلم: کتاب المساقاة، باب الامر بقتل الکلاب: ۱۵۷۴۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الحرث والمزارعة، باب اقتناء الکلب للحرث: ۲۳۲۲۔
صحیح مسلم: کتاب المساقاة، باب الامر بقتل الکلاب: ۱۵۷۵۔

الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ (نوح:۲۸)

"میرے رب! تو میری اور میرے والدین کی اور ان لوگوں کی جو میرے گھر میں مؤمن بن کر داخل ہوں اور مؤمن مردوں اور عورتوں کی بخشش فرما دے اور تو ظالموں کی ہلاکت کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ نہ کر یعنی انہیں بالکل ہلاک کر دے۔"

آپ کے گھر میں جب اہل ایمان داخل ہوں گے تو اس سے ایمانی نور میں اضافہ ہوگا اور یوں سمجھ لیں کہ جو شخص کستوری کو اٹھائے ہوئے ہوگا وہ جہاں جہاں چلے گا وہاں کستوری کی خوشبو پھیلے گی، اگر آپ اس کے خریدار نہ بھی بنیں تو بھی بغیر خریدے ہی مشک کی خوشبو ملے گی، وہ جو جو عمدہ گفتگو کرے گا اس سے بچوں کو اور گھر کے افراد کو سننے میں فائدہ ہوگا، اس لیے جب آپ گھر میں خیر داخل کریں گے تو برائی خود بخود رُک جائے گی۔

صالحین و بزرگان دین کو گھر پر مدعو کرنا اور انہیں کھانا کھلانا خیر و برکت کا باعث اور بہترین اسلام ہے۔

☆ ...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا اسلام بہترین ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تطعم الطعام و تقرأ السلام علی من عرفت و من لم تعرف)). [1]

"کھانا کھلاؤ اور واقف و ناواقف کو سلام کہو"

☆ ...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر مدعو کیا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کھانے پر گیا تو اس نے روٹی اور شوربا، جس میں کدو اور گوشت کی بوٹیاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیں اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام: ۱۲۔
صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام: ۳۹۔

پیالے کے کناروں سے کدو تلاش کرتے تھے انہوں نے بیان کیا: اس دن سے میں کدو کو پسند کرنے لگا ہوں۔

## کھانے کے بعد میزبان کے لیے خیر و برکت اور رحمت و بخشش کی دعا کرنا مستحب ہے

کھانے کے بعد میزبان کے لیے خیر و برکت اور رحمت و مغفرت کی دعا کرنا مستحب ہے، اور صالحین و ابرار و اہل علم کی یہ دعائیں میزبان کے لیے خیر و برکت کا باعث ہیں۔

☆ ..... حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد کے ہاں نزول فرمایا تو ہم نے آپ کو کھانا اور کھجور، پنیر اور گھی کا حلوہ پیش کیا، آپ نے اس سے کھایا، پھر کھجور لائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں تناول فرماتے ہوئے اپنی دو انگلیوں (انگشت شہادت اور درمیانی انگلی) کے درمیان گٹھلیاں رکھ کر پھینکنے لگے، بعد ازاں مشروب لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا اور اس شخص کو دیا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب تھا، پھر میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اللّٰھم بارك لھم فی ما رزقتھم، فاغفر لھم وارحمھم)). [1]

"اے اللہ! ان کے لیے ان کے رزق میں برکت ڈال، ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم کر۔"

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الاشربة، باب استحباب وضع النوی خارج التمر: ۲۰٤۲۔
سنن ابی داود: کتاب الاشربة، باب فی النفخ فی الشراب: ۳۷۲۹۔
جامع ترمذی: کتاب الدعوات: ۳۵۷٦۔

# صالحین و بزرگانِ دین کا گھر میں آنا نورانیت کا باعث ہے

☆......میزبان کے لیے دعا کرنا بھی مسنون اور مستحب ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انہوں نے روٹی اور زیتون کا تیل پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تناول فرمایا اور یہ دعا دی:

((افطر عندکم الصائمون، واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ)). [1]

"تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں، نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے رحمت کی دُعا کریں۔"

نیز صالحین و ابرار کا گھر میں آنا نورانیت کا باعث ہے، پھر ان کی گفتگو، ان سے سوالات اور مباحثہ دینی امور سے واقفیت کے لیے بے حد مفید ہے، کیونکہ ان کی مثال عطر فروش کی سی ہے کہ یا تو وہ تجھے عطر تحفتاً دے دے گا، یا تو اس سے خریدے گا یا کم از کم تو اس کی خوشبو ضرور حاصل کرے گا اور ان کی مجالس میں بچوں، بھائیوں اور بزرگوں کو بٹھانا اور پس پردہ عورتوں کی نشست کا انعقاد کرنا ان تمام افراد کی تربیت کے لیے نہایت موزوں ہے، پھر جب آپ گھر میں اچھے اور صالح لوگوں کو داخل کریں گے تو شیطان گھر میں داخل ہونے سے اور تخریب کاری سے باز آجائے گا۔

# گھر کے متعلقہ شرعی احکام کو جانیے

گھر کے متعلقہ شرعی امور کا علم حاصل کیجیے اور معلومات حاصل کرنے کے بعد

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی الدعاء لرب الطعام اذا اکل عندہ: ۳۸۵٤۔

انہیں حیطۂ عمل میں لایئے، یوں ایک تو شریعت کی پابندی سے آپ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور بے تحاشا ثواب حاصل کرلیں گے، اس کے ساتھ ان احکامات کی تعمیل تمہارے اپنے اور گھر کے لیے بھی مفید ترین ہے۔

فارغ اوقات گھر پر گزاریں اور کوشش کریں کہ ڈیوٹی، دکان، تجارت اور دفتری اوقات سے فراغت کے بعد فارغ وقت گھر پر گزاریں اور گھر کے معاملات میں دل چسپی لیں اور یہ جانچیں کہ گھر کے افراد سے کیسے لوگوں کے تعلقات ہیں بچوں اور اہل خانہ کی دین اسلام سے وابستگی کیسی ہے، نمازوں کی پابندی اور تلاوت قرآن کے معمولات کیا ہیں اور بچوں کے دوست اور قریبی تعلق دار کس سوسائٹی کے حامل ہیں، یاد رکھیں! اس بارے میں آپ کی چشم پوشی اور غفلت نہایت مہلک اور بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے، لہٰذا فارغ اوقات میں نائٹ کلبوں، سینماؤں، مہنگے ہوٹلوں کی زینت بننے اور دنیا کی طلب میں دیوانہ بننے کے بجائے دن کے کچھ فارغ اوقات اہل خانہ کے ساتھ ضرور گزاریں اور اللہ تعالیٰ نے گھر کا سرپرست ہونے کے ناتے جو آپ کو ذمہ داری سونپی ہے اس کا ادراک کریں، آپ کی گھریلو معاملات میں دل چسپی اور نگرانی اہل خانہ اور اولاد کی اصلاح کے لیے بے حد مفید اور اہل خانہ اور بچوں کو برے مصاحبوں، بے دین اور آوارہ لوگوں سے نجات دلاسکتی ہے، اس کے برعکس آپ کی دائمی بے پرواہی اور بے حسی آپ کی خوش حال زندگی کو تباہی و بربادی سے دوچار کرسکتی ہے اور تمام عمر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

## گھر کے معمولات کو ٹائم ٹیبل کے سانچے میں ڈھالیں

گھر کے روزانہ کے معمولات، کھانے پینے، پڑھنے اور سونے وغیرہ کا ایک ٹائم ٹیبل بنائیں اور اس ٹائم ٹیبل کے مطابق یہ معمولات ادا کریں، اس سے ایک تو بچوں کی تربیت اچھی ہوگی، دوسرا یہ عمل بچوں کی صحت اور سخت محنت کے لحاظ سے بھی نہایت مفید ہے۔

## پڑھنے اور کھیل کے اوقات بھی مقرر کریں

بچوں کے اسباق دہرانے اور مطالعہ کرنے کے اوقات بھی مقرر کریں اور پڑھائی کے اوقات میں انہیں کتابوں تک محدود رکھیں اور دیگر مشاغل و مصروفیات سے دُور رکھیں، یاد رکھیں! ٹائم ٹیبل کے مطابق مسلسل پڑھائی اگرچہ کم مقدار میں اور معمولی ہو، بلا تسلسل بہت زیادہ پڑھنے کی بنسبت بہترین نتائج کی حامل ہے، پھر بچوں کو کھیلنے کودنے اور تفریح کے مواقع بھی فراہم کریں، کیونکہ کھیل اور تفریح کے مواقع بچوں کی صحت اور ذہن پر بہتر اثرات چھوڑتے ہیں اور اس سے دن بھر کی تھکاوٹ اور محنت کا بوجھ زائل ہو جاتا ہے اور وہ دوبارہ محنت کے قابل اور تازہ دم ہو جاتے ہیں۔

## بچوں کی دل لگی کے لیے گھر میں پرندے رکھنا جائز ہے

بچوں کو بہلانے اور ان کی دل لگی کی خاطر گھر میں پرندے رکھنا جائز و مباح ہے اور گھر کا سرپرست بچوں کے اس مطالبے پر انہیں گھر میں پرندے لا کر دے سکتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہترین اخلاق کے مالک تھے، میرا ایک ابوعمیر نامی چھوٹا بھائی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب (ہمارے گھر) تشریف لاتے تو کہتے: اے ابوعمیر! چھوٹی چڑیا کا کیا ہوا؟ اس کی ایک چڑیا تھی جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا۔ [1]

## فوائد:

① ...... چھوٹے بچے کا پرندے سے کھیلنا جائز ہے۔

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الادب، باب الکنیة للصبی: ٦٢٠٣۔
صحیح مسلم: کتاب الادب، باب جواز تکنیة من لم یولد له و کنیة الصغیر: ٢١٥٠۔

②......والدین کا چھوٹے بچوں کو مباح کھیل سے کھیلنے دینا مشروع ہے۔

③......جن مباح چیزوں سے بچے دل بہلاتے ہیں ان کے حصول کے لیے مال خرچ کرنا جائز ہے۔ [1]

## دوپہر کو سونے کا معمول بنائیں

ممکن ہو تو خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی دوپہر کے آرام کا پابند بنائیں، دوپہر کا قیلولہ طبیعت کی بشاشت اور بدنی تھکاوٹ کا تریاق اور نعمت بے بدل ہے، پھر یہ نبوی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دائمی عادت بھی ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((ما کنا نقیل و لا نتغدی الا بعد الجمعة فی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم)). [2]

"ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) عہد رسالت میں جمعہ کے دن قیلولہ (دوپہر کا آرام) اور دوپہر کا کھانا جمعہ کے بعد ہی کرتے تھے۔"

یہ حدیث دلیل ہے کہ قیلولہ (دوپہر کا آرام) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا اور جمعہ کے علاوہ باقی ایام میں قیلولہ قبل از ظہر کرتے اور جمعہ کے روز دوپہر کا آرام نماز جمعہ کے بعد ہوتا تھا، الغرض مقصود دوپہر کا آرام ہے وہ قبل از ظہر ہو یا بعد از ظہر، قیلولہ بدنی تھکاوٹ، ذہنی کوفت اور بدنی بوجھ کو دور کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، دوپہر کے مختصر آرام سے طبیعت بشاش اور تازہ دم ہو جاتی ہے اور جسمانی اعضاء دوبارہ مشقت اٹھانے اور محنت طلب کام کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں، لہٰذا خود بھی اور بچوں کو بھی قیلولہ کا پابند بنائیں۔

---

[1] فتح الباری: ۱۷،۴۰۷۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجمعة: ۹۳۹۔
صحیح مسلم: کتاب الجمعة، باب صلاة الجمعة حین نزول الشمس: ۸۵۹۔

# رات کو وقت پر سوئیں

رات کو نمازِ عشاء کے فوراً بعد سونے کا معمول بنائیں اور اس وقت پر خود بھی اور بچوں کو بھی نیند کا پابند بنائیں، نیند کے لیے یہ وقت منتخب کرنے کے کئی فوائد ہیں:

(۱)......عشاء کے فوراً بعد شروع رات کو سونا سنت نبوی ﷺ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((كان ينام اوله ويقوم اخره فيصلى)). [1]

"رسول اللہ ﷺ رات کے شروع حصہ میں نیند کرتے اور رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو کر نماز پڑھتے تھے۔"

رات کے شروع حصہ میں سونے والا نمازِ تہجد اور نمازِ فجر کا اہتمام بآسانی کرسکتا ہے اور رات کے اول حصہ میں سونے والے بچے صبح وقت پر بیدار ہو کر نماز اور قرآن کی تلاوت کا اہتمام کر سکتے ہیں۔

(۲)......عشاء کے بعد گپیں ہانکنا اور فضول باتیں کرنا مکروہ ہے:

رات کے اوّل حصہ میں سونا مستحب عمل ہے اور اس کو معمول بنانے والا شخص رات کے وقت فضول باتیں کرنے جیسے مکروہ فعل سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ عشاء کے بعد فضول باتیں کرنا اور گپیں ہانکنا مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

((ان رسول الله ﷺ كان يكره النوم قبل العشاء والحديث بعدها)). [2]

"بلاشبہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے نیند اور عشاء کے بعد گفتگو کرنا ناپسند کرتے تھے۔"

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب من نام اول الليل واحيا آخره: ١١٤٦۔

[2] صحیح بخاری، کتاب مواقيت الصلاة، باب مايكره النوم قبل العشاء: ٥٦٨۔

## فوائد:

☆......مغرب کے بعد قبل از عشاء سونا مکروہ فعل ہے، کیونکہ غفلت اور نیند کی وجہ سے نمازِ عشاء فوت ہونے کا خدشہ رہتا ہے اس چیز کے پیش نظر قبل از عشاء فراغت کے وقت نوافل کا اہتمام کیا جائے، علمی مجلس کا انعقاد کیا جائے، اہل خانہ یا دوست احباب وغیرہ کی اصلاح کے لیے نصیحت کی جائے اور ان افعال خیر سے واسطہ اور تعلق نہ ہو تو عشاء کے فوراً بعد سونا مستحب فعل ہے، کیونکہ جلدی سونے میں بڑی حکمتیں پنہاں ہیں، انسان فضول باتوں سے بچا رہتا ہے اور صبح بآسانی نمازِ تہجد اور نمازِ فجر باجماعت کا اہتمام کر سکتا ہے، ورنہ شب بیدار، اور رات کو دیر تک جاگنے والے فجر کی نماز باجماعت سے محروم رہتے ہیں، پھر شیطانی غلبے اور تسلط کی وجہ سے ان کے معمولات درہم برہم رہتے اور افعال خیر سے محروم رہتے ہیں، چنانچہ عشاء کے بعد خود کو بھی اور بچوں کو بھی جلدی سونے اور صبح جلد بیدار ہونے کی عادت ڈالیے، اس عادت کی پابندی آپ کے لیے اور آپ کی اولاد کے لیے انتہائی مبارک اور روحانی فرحت کا باعث ہوگی اور آپ کے گھر پر بفضل اللہ تعالیٰ رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا۔ ان شاء اللہ

## گھر میں اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے

کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا حکم ربانی کی خلاف ورزی ہے، لہٰذا اپنی زندگی کا یہ اصول بنالیں کہ آپ کے گھر میں آنے والے ہر اجنبی اور غیر محرم رشتہ دار اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہوں اور آپ کسی کے گھر میں جائیں تو گھر میں داخل ہونے سے قبل صاحب منزل کی اجازت ضرور طلب کریں، اس قانون کی تعمیل سے انسان پرسکون اور باپردہ زندگی گزار سکتا ہے، ورنہ دیہاتوں اور شہروں میں عام طور پر دیکھنے میں یہ بات آئی ہے کہ کسی کے ساتھ تھوڑے بہت گھریلو مراسم یا ذاتی تعلقات ہوں تو وہ گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت طلب نہیں کرتا اور اہل خانہ کو اس کے رہائشی کمروں میں داخل ہونے کے بعد علم ہوتا ہے، ایسی لچک اور نرم رویہ نری بے حیائی اور اسلامی قانون استیذان کی کھلی خلاف

ورزی ہے، پھر گھر میں اکثر پردے کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا تو اس کھلی اجازت سے کئی بے پردگیاں ظاہر ہوتی اور بے حیائی اور فحاشی وعریانی کی کئی راہیں کھلتی ہیں، لہٰذا گھر میں آنے والے افراد پر سختی سے یہ قانون لاگو کریں کہ وہ گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت طلب کریں اور اس معاملہ میں سختی بھی کرنا پڑے تو اس سے گریز نہ کریں اور جن پر سختی کی جارہی ہے وہ بھی اس کو ناگوار خیال نہ کریں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ ﴾

(النور: ۲۷۔۲۸)

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو یہی تمہارے لیے سراسر بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو پھر اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ۔ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاؤ، یہی بات تمہارے لیے پاکیزہ ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔"

## گھر میں اسلامی کتب پر مشتمل لائبریری کا قائم کیجیے

گھر میں اسلامی کتب پر مشتمل لائبریری کا اہتمام ضرور کیجیے اور عقائد، فقہی مسائل، اصلاح وتربیت، نماز، زکوٰۃ، حج، حقوق المسلمین، حقوق زوجین، حقوق والدین، سیرت نبوی ﷺ، تاریخ اسلام و بزرگان دین کے متعلق کتب خرید کر لائبریری کی زینت ضرور بنائیں، خود بھی انہیں پڑھنے کا معمول بنائیں اور گھر کے افراد کو بھی ان کتب کے مطالعہ کی ترغیب دیں۔

نیز کتب بینی کی اہمیت اجاگر کریں اور عقائد اسلامیہ کے متعلق میسر کتب کی افادیت پر روشنی ضرور ڈالیں، آپ کی اس کاوش سے آپ کا گھر اسلامی ماحول پیش کرے گا اور معمولی محنت سے آپ بہت عمدہ نتائج حاصل کرسکیں گے۔

گھر میں کتب کی لائبریری کے ساتھ علماء کرام اور قراء عظام کی کیسٹیں اور آڈیو سی ڈیز بھی ضرور رکھیں، گھر والوں کو گاہے بگاہے قرآن وسنت پر مشتمل علماء کرام وبزرگان دین کے بیانات اور فقہی مسائل پر مشتمل تقاریر سنائیں اور گھر میں قراء کرام کی کیسٹیں بھی سنیں، نیز علماء کی تقاریر اور قراء کرام کی تلاوت سننے کے طریقے کو رواج دینے سے آپ فحش گانوں اور شرکیہ قوالیوں وغیرہ سے نجات حاصل کرلیں گے اور قرآن وسنت کی تائید اور برکت سے اہل خانہ کی اصلاح بھی ہوگی اور گھر میں رحمتوں اور برکتوں کا نزول بھی ہوگا۔

لیکن اس آڑ میں گھر میں ٹی وی، سی ڈی پلیئر، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ آنے سے بے حیائی، فحاشی، عریانی اور دیگر خلاف شریعت جو فلمیں، ڈرامے اور جنسی تسکین کے پروگرام چلتے ہیں اس کا یہاں کیا تذکرہ کیا جائے، بس اسی پر اکتفا ہے، الامان والحفیظ۔

## گھریلو معاملات میں اہل خانہ سے مشاورت کریں

موقع بموقع اجتماعی مشاورت کا اہتمام کریں اپنی اولاد سے مشورہ لیں، خیال رکھیں کہ جب کوئی فرد مشورہ دے رہا ہو چاہے وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو اس کی بات کو دھیان سے سنیں، اسے اپنی بات کہنے کا موقع دیں، اس کی رائے کو مذاق میں نہیں اڑائیں بلکہ اسے احساس دلائیں کہ آپ نے اس کی بات غور سے سنی ہے اور اس کی رائے میں وزن ہے، تو تکار کی زبان سے اجتناب کریں، کوئی فرد ناگوار بات کہے تو تحمل سے سنیں اور سمجھائیں، کسی کی بات پر جرح نہ کریں، یہ آپ کے لیے بہترین موقع ہوگا کہ اپنی اولاد میں بات کرنے کا سلیقہ اور خود اعتمادی پیدا کرسکیں، جب فیصلہ کرنے لگیں تو ایسا فیصلہ کریں جس میں خاندان کے تمام بڑوں اور بچوں کے جذبات کی ترجمانی ہو، فیصلہ کرنے میں تقویٰ کو معیار بنائیں۔ اور فرصت نکال کر گھر میں ایسی مجالس منعقد کریں، جن میں گھریلو اصلاح، یا گھریلو

اُمور کے متعلق باہمی مشاورت کا اہتمام ہو اور گھر کے تمام افراد کو جمع کر کے ان کی آراء حاصل کریں، پھر کوئی فیصلہ کرنا ہو تو تمام آراء کو مدنظر رکھ کر ایسا فیصلہ کیجیے جس سے تمام اہل خانہ متفق ہوں، یوں گھر کے افراد میں محبت و مودت بھی بڑھے گی اور مشکل سے مشکل کام بھی اتحاد و یگانگت سے با آسانی پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا، کیونکہ باہمی مشاورت اہل ایمان کا خاصہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ:۳۸)

"اور ان کا ہر کام باہمی مشاورت سے طے پاتا ہے۔"

لہٰذا گھر کے محل وقوع کا مسئلہ ہو، رہائش کی منتقلی کا معاملہ ہو، لڑکے یا لڑکی کے شادی بیاہ کا پروگرام ہو، گھر کے اخراجات گھٹانے یا بڑھانے ہوں، عقیقہ وغیرہ کا اہتمام کرنا ہے، یا کسی رشتہ دار کے ہاں کسی تقریب و دعوت میں شرکت کرنی ہے تو کوشش کریں کہ ایسے معاملات باہمی مشاورت اور آپس کی رضامندی سے طے کریں، زبردستی اپنی ذاتی رائے نہ ٹھونسیں کیونکہ زبردستی اور بے جا دباؤ سے اہل خانہ کے مزاج میں تلخی آتی ہے اور گھر کے افراد احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں، نیز اپنے مسائل کے خیر و شر کا پتا لگانے کے لیے والدین سے مراجعت ضرور کریں، کیونکہ وہ معاشرے کی پیچیدگیوں اور مسائل کے متعلق وسیع تجربہ اور کافی معلومات رکھتے ہیں۔

پھر والدین سے مشاورت کی صورت میں ان سے دعائیں اور رضامندی بھی آپ کے ساتھ ہوگی، جس سے آپ کے مسائل مزید آسان اور حل طلب ہوں گے، نیز بچوں سے مشاورت اور کسی مسئلہ میں ان کی پسند ناپسند کی رائے لینا ان کی حوصلہ افزائی کا باعث ہے۔

## گھر میں اولاد کے سامنے نجی اختلافات نہ چھیڑیں

خاوند بیوی کے ذاتی اختلافات، نجی جھگڑے اور گھریلو پریشانیاں بچوں کے سامنے ذکر نہ کریں، بلکہ علیحدہ مجالس میں ان کا تصفیہ کریں، کیونکہ تمہاری روزمرہ کی لڑائیاں، آپس کی بے مقصد نوک جھونک اور مار دھاڑ بچوں کو ذہنی مریض بنا سکتی ہے، تمہارے یہ

اختلافات انہیں احساس محرومی اور ڈپریشن کے خوفناک مرض میں مبتلا کر سکتے ہیں اور بڑے ہوکر وہ بھی ان عادات بد کا شکار ہو سکتے ہیں، نیز تمہارے اس غیر شائستہ اور غیر مہذب رویے سے دل برداشتہ اور بدظن بھی ہو سکتے ہیں، پھر جو والدین یہ غیر شائستہ رویہ نہیں چھوڑتے ایسے والدین کی اولاد بڑی ہو کر منہ پھٹ، بدزبان اور آوارہ ہو جاتی ہے اور والدین کی عزت و تکریم بھی نہیں کرتی، لہٰذا اگر میاں بیوی کے ذاتی اختلافات ہوں بھی تو بچوں کے سن شعور میں داخل ہونے سے قبل ان کا خاتمہ کر لیں یا اپنی ذات تک محدود رکھیں اور ان جراثیم کو اولاد تک نہ پہنچائیں، بلکہ کوئی ذاتی اختلاف بچوں کے سامنے آنے ہی نہ دیں، آپ کا یہ عمل بچوں کی تربیت و اخلاق پر اچھے اثرات چھوڑے گا اور آپ کی عزت و تکریم کا باعث بھی ہوگا۔

## گھر میں شریر وفسادی لوگوں کو مت داخل ہونے دیں

حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

((الاان لکم علیٰ نسائکم حقا، و لنسائکم علیکم حقا، فاما حقکم علیٰ نسائکم فلا یوطئن فرشکم من تکرھون، ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون، الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن و طعامھن)). [1]

"خبردار! بلاشبہ تمہاری بیویوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اور تم پر تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق ہیں، تمہاری بیویوں پر تمہارے حقوق یہ ہیں کہ وہ تمہارے بستر ایسے لوگوں سے نہ روندیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھر میں تمہارے ناپسندیدہ افراد کو اجازت نہ دیں اور تمہارے ذمے ان کے حقوق یہ

---

[1] جامع ترمذی: کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجھا: ۱۱۶۳۔
سنن ابن ماجہ: کتاب النکاح، باب حق المراۃ علی الزوج: ۱۸۵۱۔

ہیں کہ تم انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ"
اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ولکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونه، فان فعلن ذلك فاضربوھن ضربا غیر مبرح)). [1]

"اور بیویوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ کسی شخص سے تمہارے بستر نہ روندوائیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو انہیں معمولی مار مارو۔"

☆......امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کا راجح مفہوم یہ ہے کہ عورتیں کسی ایسے شخص کو گھر میں داخل ہونے اور مجلس نشینی کی اجازت نہ دیں، جسے خاوند ناپسند کرتے ہیں خواہ اجازت حاصل کردہ شخص اجنبی مرد و عورت ہو یا عورت کا کوئی محرم رشتہ دار ہو، یہ ممانعت تمام افراد کو شامل ہے اور فقہاء نے اس سے یہ اصول کشید کیا ہے کہ عورت کسی مرد، عورت یا محرم رشتہ دار کو صرف اس وقت اجازت دے سکتی ہے جب اسے معلوم و یقین ہو کہ اس کی آمد خاوند کے لیے ناگوار نہیں اور جس کی آمد پر خاوند ناراض ہو اسے گھر میں داخلے کی اجازت دینا عورت کے لیے نامناسب ہے۔

☆......خاوند اور بیوی دونوں ایسے افراد کو گھر میں نہ لائیں جس سے دونوں میں دوری بڑھتی اور منافرت پیدا ہوتی ہو، بلکہ ایک دوسرے کی پسند، ناپسند کو ملحوظ رکھیں اور مرد، عورت کے ایسے رشتہ دار جو گھر کے معاملات کو بگاڑنے، میاں بیوی کے درمیان خلیج حائل کرنے اور بچوں کی تربیت اور عادات خراب کرنے میں کوشاں ہیں، ان پر گھر کے دروازے بند کر دیجیے، ایسے حالات میں خاموشی اور مداہنت زہر قاتل ہے۔

## گھر کے نجی راز عیاں نہ کریں

گھریلو راز، مثلاً ہم بستری اور مجامعت کے متعلق رازدارانہ گفتگو اور گھریلو

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ: ۱۲۱۸۔

اختلافات کی تشہیر نہ کریں، کیونکہ یہ چیز تمہارے لیے انتہائی خطرناک ہے۔
ذیل میں ہم ان کی قباحتوں اور ان کے نقصانات سے آگاہ کریں گے:

## مؤمنین لغویات و بے ہودہ گوئی سے اعراض کرنے والے ہیں

اہل ایمان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ گندی، ننگی گفتگو کریں، بلکہ یہ بے ہودہ گوئی اور فحش گفتگو سے دور بھاگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مؤمنین کے اوصاف یوں بیان کرتے ہیں:

① ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ (المومنون: ۳)

"اور (اہل ایمان) وہ ہیں جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں"

② ﴿وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ (الفرقان: ۷۲)

"اور جب وہ لغویات کے قریب سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔"

ان آیات میں اہل ایمان کے اوصاف بیان ہوئے ہیں کہ لغویات اور بے ہودہ گوئی ان کا شیوہ نہیں بلکہ وہ ننگی و فحش گفتگو سے اعراض کرتے ہیں، نیز سورہ فرقان کی اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ:

((اذا ذکروا النکاح کفوا عنه)). [1]

"جب اہل ایمان کے ہاں مجامعت و مباشرت کے موضوع پر گفتگو چھڑتی ہے تو یہ ایسی گفتگو سے باز رہتے ہیں۔"

لہٰذا ایسی لغویات سے احتراز کریں، دوسرے لوگوں کے سامنے اپنی پردہ داری رہنے دیں اور ایسی گفتگو کے ذریعے دوسرے لوگوں کے سامنے خود کو ننگا نہ کریں، پھر ایسی

---

[1] تفسیر طبری ۱۹، ۳۱۵

گفتگو کرنا انتہائی شنیع عمل اور اللہ تعالیٰ کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ فعل بھی ہے۔

## شب باشی کے راز افشاء کرنا حرام ہے

شب باشی کے مخفی گوشے عیاں کرنا، جماع، مقدمات جماع اور دورانِ جماع ہونے والی خاوند بیوی کی گفتگو بیان کرنا حرام و ناجائز ہے۔ دلیل حسب ذیل ہے:

① حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان من اشر الناس عند الله منزلة يوم القيامة الرجل يفضى الى امرأته وتفضى اليه ثم ينشر سرها)). ①

"بلاشبہ روزِ قیامت اللہ کے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے بدترین شخص وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے خلوت اختیار کرتا اور وہ اس سے خلوت نشین ہوتی ہے، پھر وہ اس کا راز افشاء کرتا ہے۔"

حضرت امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ مرد کا اپنے اور بیوی کے درمیان جاری ہونے والے مباشرت اور حالتِ جماع کی تفاصیل بیان کرنا حرام ہے، اسی طرح بیوی کا بھی ایسے رازوں سے قول و فعل کے ذریعے پردہ اٹھانا حرام ہے، پھر بلا فائدہ و بلاضرورت مجرد جماع کا بیان کرنا مکروہ فعل ہے، اس لیے کہ یہ شخصی وقار کے منافی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ ②

---

① صحیح مسلم: کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المرأة: ۱۴۳۷۔

② شرح النووی: ۸/۱۰۔

## ہم بستری کا راز فاش کرنا سب سے بڑی خیانت ہے

ہم بستری کے متعلق راز فاش کرنا نہ صرف سنگین گناہ ہے، بلکہ یہ سب سے بڑی خیانت بھی ہے، چنانچہ اس مہلک خیانت کے ارتکاب سے اجتناب کریں اور رب تعالیٰ کی ناراضگی مول نہ لیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان من اعظم الامانة عند الله یوم القیامة الرجل یفضی الی امرأته وتفضی الیه ثم ینشر سرها)). [1]

"بے شک روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک امانت میں سب سے بڑی خیانت یہ ہوگی کہ ایک شخص اپنی بیوی سے خلوت اختیار کرے اور وہ اس سے خلوت نشین ہو پھر وہ اس (بیوی) کا راز فاش کردے۔"

## زوجین اپنے اندرونی اختلافات کی تشہیر نہ کریں

خاوند، بیوی اپنے ذاتی اختلافات اپنے تک محدود رکھیں اور ذاتی اختلافات سمیٹنے اور سلجھانے کی کوشش کریں، اپنی رنجشیں، منافرت اور اختلافات گھر کے دیگر افراد یا بیرونی افراد تک نہ پہنچائیں، کیونکہ کئی حاسدین و مفسدین اور شرپسندان اختلافات کو ہوا دے کر اور فریقین کو مشتعل کر کے معمولی معاملات کو گھمبیر بنا دیتے ہیں اور معمولی جھگڑے ہنستے بستے گھر اُجاڑ دیتے ہیں، پھر گھر زوجین کی ذاتی رنجشیں اور چپقلشیں خطرناک حد تک پہنچ جائیں تو فریقین دو ایسے فیصل مقرر کریں جو صلح جو اور اصلاح پسند ہوں، اس عمل سے حالات معمول پر آسکتے ہیں اور گھر اجڑنے اور ویران ہونے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم: کتاب النکاح، باب تحریم افشاء السر: ۱۴۳۷۔
سنن ابی داؤد: کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث: ۴۸۷۰۔

# گھر کے کسی ایک فرد کو زیادہ حیثیت نہ دیں

گھر کے تمام افراد کے ساتھ یکساں سلوک کریں، ان کے ساتھ پیار ومحبت اور احسان میں متوازی سلوک برتیں اور کسی ایک فرد کو ممتاز نہ رکھیں، کیونکہ کسی ایک فرد کی بے جا طرف داری، اس سے والہانہ محبت اور بے تحاشا پیار، دیگر افراد کو احساس کمتری اور حسد وبغض میں مبتلا کرسکتا ہے، جس کے نتائج انتہائی تباہ کن اور بھیانک ہوسکتے ہیں، لہٰذا گھر کے سرپرست پر لازم ہے کہ وہ گھر کا اچھا منتظم بننے اور اولاد میں مرکزی حیثیت اختیار کرنے کے لیے اس قاعدہ اور قانون کو مدنظر رکھے، اس سے آپ کی شان وعظمت اور عزت میں بھی بے تحاشا اضافہ ہوگا اور آپ کے زیر کفالت تربیت پانے والے بچے بھی احساس کمتری اور حسد کا شکار نہیں ہوں گے۔

چنانچہ ایسے بھیانک نتائج سے بچنے کے لیے بچوں سے پیار ومحبت میں یکسانیت وتوازن اختیار کریں، اور اپنی ذمہ داری کو احسن طریقے سے انجام دیں، یہ تمہارے دنیوی اطمینان کا ذریعہ اور اخروی کامیابی کا راز بھی ہے اور اہل وعیال میں عدل وانصاف اور برابر سلوک کرنے والے روز قیامت نور کے منبروں پر فروکش وبراجمان ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان المقسطين عند الله على منابر من نور عن يمين الرحمٰن عزوجل وكلتا يديه يمين الذين يعدلون في حكمهم واهليهم وما ولوا)). [1]

"بلاشبہ اللہ کے نزدیک انصاف کرنے والے اللہ جل شانہ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں (منصفین) وہ جو اپنے فیصلے میں، گھر والوں میں اور رعایا میں عدل کرتے ہیں۔"

اس حدیث میں اہل خانہ اور بچوں میں بھی عدل وانصاف اور برابر سلوک کی ترغیب

---

[1] صحيح مسلم: كتاب الامارة، باب فضيلة الامير العادل: ١٨٢٧؛ مسند احمد: ٢، ١٦٠

اوران اوصاف کے حامل منصفین کی فضیلت کا بیان ہے، اور یہ مقام ومرتبہ وہی سرپرست حاصل کرسکتا ہے جو اولاد کے حقوق وفرائض میں عدل وانصاف اور متوازی سلوک کرے گا۔

## گھر میں نرمی اور شفقت کو رواج دیں

گھر میں نرمی اور شفقت کو رواج دیں، خود بھی نرم مزاج بنیے، بیوی بچوں سے بھی نرمی اور ملائمت سے پیش آیئے، اور رشتہ داروں، اور تعلق داروں سے بھی نرمی سے پیش آیئے، نرمی اور ملائمت اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور اس سے آپ گھر والوں سے اور رشتہ داروں سے بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں، پھر اس وصف سے متصف ہو کر آپ ہر دل عزیز اور معزز ومحترم بھی بن سکتے ہیں، بہت سی بھلائیاں حاصل کر سکتے ہیں، اور بہت سی محرومیوں سے محفوظ بھی رہ سکتے ہیں۔ دلائل ملاحظہ کیجیے:

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان الله رفيق يحب الرفق ، ويعطي على الرفق ما لا يعطي على العنف ، وما لا يعطي على ما سواه )). [1]

"بلا شبہ اللہ انتہائی نرم خو ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے اور جتنا وہ (ثواب) نرمی وشفقت پر عطا کرتا ہے سختی پر اتنا نہیں نوازتا اور نہ اتنا (ثواب) اس کے سوا پر دیتا ہے۔"

## نرمی انسان کو مزین وآراستہ کرتی ہے

نرم مزاجی اور حسن سلوک انسانی عادت واخلاق کو مزین کرتی ہے اور سختی وبدزبانی انسان کو عیب دار بنا دیتی ہے، لہٰذا طبیعت میں ٹھہراؤ اور نرمی پیدا کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

---

[1] صحيح مسلم: كتاب الأدب، باب فضل الرفق: ٢٥٩٣۔
سنن أبي داود: كتاب الأدب، باب في الرفق: ٤٨٠٧۔

بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((ان الرفق لایکون فی شیء الازانه ولاینزع من شیء الا شانه)). [1]

"بلاشبہ جس چیز میں بھی نرمی ہو وہ اسے خوبصورت بنادیتی ہے، اور جس بھی چیز سے (نرمی) نکال دی جائے اس کو عیب دار بنادیتی ہے۔"

## نرمی اور حُسنِ سلوک سراپا خیر ہے

نرمی اور حسن سلوک کا برتاؤ خیر و برکت کا سبب ہے، لہٰذا گھر پر رحمت و برکت اور بھلائیوں کے داخل ہونے کے لیے نرم خوئی اختیار کریں، ورنہ سختی و ترش روئی اور بدسلوکی جیسی بُری عادات گھروں کا چین تج کردیتیں اور خیر و برکت سے محروم کردیتی ہیں۔

① حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((من یحرم الرفق یحرم الخیر)). [2]

"جو شخص نرمی و ملائمت سے محروم کردیا جائے وہ خیر سے محروم کردیا جاتا ہے۔"

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اذا أراد الله عزوجل بأهل بيت خيرا أدخل عليهم الرفق)). [3]

"جب اللہ جل شانہ کسی گھر والوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کریں تو ان میں نرمی داخل کردیتے ہیں۔"

گھر کے کام کاج، گھریلو اصلاح، اپنے لباس اور جوتوں کی درستی اپنے ہاتھ سے

---

[1] ایضاً: کتاب الأدب، باب فضل الرفق: ۲۵۹٤:
سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب في الرفق: ٤٨٠٨۔

[2] صحیح مسلم: ۲۵۹۲۔ سنن أبي داؤد: ٤٨٠٩۔

[3] مسند أحمد بن حنبل: ٦/٧١

کیجیے، یہ مستحسن فعل ہے، اس سے انسان کی عزت ووقار میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور گھر کے افراد میں محبت ومودت پروان چڑھتی ہے۔

جب کہ ہمارے معاشرہ میں خاوند کا گھر پر کام کرنا، اپنے سامان کی ترتیب درست کرنا، حتیٰ کہ قمیص کو بٹن تک لگانا عار اور عیب محسوس کیا جاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے اپنے کام خود انجام دینے والا خاوند معاشرے میں بے وقار سمجھا جاتا ہے اور دوستوں اور رشتہ داروں میں اسے معیوب ومعتوب ٹھہرایا جاتا ہے، لیکن یاد رکھیے اسلام ایسے افراد کو معتوب نہیں ٹھہراتا بلکہ گھر کے کام کاج کو اپنے ہاتھ سے انجام دینا سنت نبوی ﷺ اور مستحسن فعل ہے، سید الانبیاء افضل البشر اور دونوں جہانوں کے سرتاج محمد رسول اللہ ﷺ جس کام کو بجالائیں، وہ کبھی مکروہ، معیوب اور بے وقار نہیں ہوسکتا، یہ سبق ہمیں اُسوۂ نبوی ﷺ سے ملتا ہے۔

① حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر پر کیا کام کرتے تھے؟ اس پر انہوں نے بیان کیا:

کان یخیط ثوبه ویخصف نعله، ویعمل ما یعمل الرجال فی بیوتهم)). [1]

" آپ ﷺ اپنے کپڑے خود سلائی فرماتے، اپنا جوتا آپ گانٹھتے اور جیسے عام مرد اپنے گھر کے کام کرتے ہیں ایسے ہی آپ ﷺ کام کرتے تھے۔"

② حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا:

((کان فی مهنه، فاذا سمع الاذان خرج)). [2]

" آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کی خدمت میں مصروف رہتے اور جب اذان سنتے گھر سے نکل پڑتے تھے۔"

---

[1] مسند أحمد: ۱۲۱/۶؛ صحیح ابن حبان: ۵۶۷۷۔

[2] صحیح بخاری: کتاب النفقات، باب خدمة الرجل فی اهله: ۵۳۶۳۔
جامع ترمذی: کتاب الزهد، فضل قریب هین سهل: ۲٤۸۹۔

اگر ہم اخلاقِ حمیدہ کو اپنالیں تو ہمیں درج ذیل فوائد باسانی حاصل ہو جائیں گے:

① ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اتباع کرنے والے بن جائیں گے۔

② ہم اپنے اہل خانہ یعنی بیوی، بچوں کی مدد کرنے والے بن جائیں گے۔

③ ہم تواضع اور انکساری اختیار کرنے والے ہوں گے اور تکبر سے دور رہیں گے۔

بعض لوگ اپنی بیوی سے فوراً کھانا لانے کا مطالبہ کرتے ہیں جب کہ ہانڈی ابھی تک چولہے پر ہوتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بچہ چیخ رہا ہے وہ ماں کا دودھ پینا چاہتا ہے مگر حضرت شوہر ذرا بچے کو پکڑ سکتے ہیں نہ تھوڑی دیر انتظار کا حوصلہ رکھتے ہیں، مذکورہ احادیث ایسے لوگوں کے لیے باعث نصیحت ہیں جن کا موڈ اکثر خراب رہتا ہے، ان احادیث پر عمل کرنے سے ان کے گھریلو حالات میں تبدیلی آسکتی ہے۔

## محبت بانٹیں

اہل خانہ سے حسن سلوک سے پیش آئیں، بے پناہ دل لگی کا اظہار کریں، انتہائی لطف واکرام نچھاور کریں، بے پناہ اپنائیت کا احساس دلائیں اور بے لاگ محبت واُلفت بانٹیں۔

آپ کی محبت اور وارفتگی سے گھر پیار ومحبت اور اپنائیت سے مہک اٹھیں گے، گھر کے در و دیوار اور اہل خانہ اعتماد وخلوص کے لازوال رشتوں میں رچ بس جائیں گے، نجی زندگی میں استحکام نصیب ہوگا اور آپ اس حُسنِ معاشرت اور مثالی کردار سے دُنیا وآخرت دونوں جہانوں میں معزز ومحترم ٹھہریں گے۔

## زبان کی معمولی بے احتیاطی آشیانہ اُجاڑ سکتی ہے!

گھر میں محتاط زبان استعمال کریں، کیونکہ زبان درازی، گالی گلوچ، لعن طعن، مال اسباب اور اولاد کی ہلاکت کی بددعا کرنا تمہارے لیے اور اہل خانہ کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے اور ان بری عادات وحرکات سے گھر کا سکون تج اور قلبی سکوں گل ہو جاتا ہے

،سومیاں بیوی کا ان بُری عادات سے اجتناب لازم ہے اس لیے کہ والدین کی عادات اچھی ہوں یا بُری وہ اولاد میں ضرور منتقل ہوتی ہیں اور جہاں والدین بکثرت گالیاں دیتے اور کثرت سے لعن طعن کرتے ہیں، ایسے ماحول میں پروان چڑھنے والے بچے اور افراد ایسی ہی وضع اختیار کرتے اور بوڑھے والدین کی عزت واحترام کرنے کے بجائے ان کی توہین کے مرتکب ہوتے اور غلیظ گالیاں نکالتے ہیں، نیز زبان درازی کی مذکورہ اقسام آپ کے لیے گھر کے لیے، اہل خانہ اور آپ کے مال واسباب کے لیے بھی ہلاکت خیز ہے۔

## فحش گوئی، بدزبانی اور لعن طعن کرنا مومن کو زیبا نہیں

فحش گوئی، بدزبانی اور لعن طعن کرنا مؤمن کی شان نہیں، بلکہ مؤمن خوش اخلاق اور ان رذائل سے پاک ہوتا ہے، نیز زیادہ فحش گوئی اور زیادہ لعن طعن کرنے والا شخص ایمان کے اعلیٰ درجے سے معزول ہوجاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لیس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی)). [1]

”مؤمن بہت طعنے دینے والا، بہت لعنت کرنے والا، فحش گو اور بےہودہ گو نہیں ہوتا۔“

## گھر کو بُری عادات سے پاک رکھیں

جھوٹ، غیبت، چغلی، حسد وبغض، فضول غصہ اور اسراف وفضول خرچی ایسے شنیع افعال اور قبیح عادات ہیں جو انسانی کردار کو داغ دار کرتیں، شخصی وقار کو تار تار کرتیں، اخلاقیات بگاڑتیں، انسانوں کو اندر سے کھوکھلا کرتیں، معاشروں میں بگاڑ پیدا کرتیں اور گھروں کے چین و سکون کو تج کرکے رکھ دیتی ہیں، لہٰذا آپ خود کو بھی اور اپنے اہل خانہ کو بھی ان بُری عادات سے محفوظ رکھیں۔

---

[1] مستدرک حاکم: ۱۲/۱۔

# گھر میں جھوٹ سے اجتناب کریں

جھوٹ سے قطعی گریز کریں اور اولاد اور اہل خانہ کی تربیت اس نہج پر کریں کہ وہ جھوٹ سے نفرت کریں اور جھوٹ بولنے پر کبھی راضی نہ ہوں۔

کیونکہ مسلمان کا شعار صدق اور راستی ہے جبکہ جھوٹ مسلمان کے لیے عار ہے، امت مسلمہ کی ترقی، اس کے گھر کی بہتری و اصلاح، سچ میں مخفی ہے، سچ، خوش بختی کی کنجی ہے ، بد بختی کی ابتدا جھوٹ ہے قیامت کے دن صرف سچ بولنے والوں کی قدر و منزلت ہوگی جھو ٹ بولنے والا معاشرہ کی نظروں میں، گھر والوں کی نظر میں، اللہ کی نظر میں، اسلام کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے، جھوٹ سے انسان کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔

☆......سچائی ایمان کا زیور ہے۔

☆......سچائی ایمان کی روح ہے۔

☆......سچائی ایمان کا لُبِّ لباب ہے۔

☆......سچائی ایمان کا لباس ہے۔

جبکہ

☆......جھوٹ کفر کا مقدمہ ہے۔

☆......جھوٹ نفاق ہے۔

☆......جھوٹ کفر کی دلیل ہے۔

☆......جھوٹ کفر کا راستہ ہے۔

☆......جھوٹ کفر کا قائد ہے۔

جھوٹ کفر کا زیور ہے، کفر کا لب لباب ہے، ایمان اور جھوٹ ایک دوسرے کی ضد ہیں، جس طرح توحید و شرک اور سنت و بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں اسی طرح کسی دل میں ایمان اور جھوٹ جمع نہیں ہو سکتے، دونوں میں سے صرف ایک باقی رہے گا ایمان یا جھوٹ۔

ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت سچ ہے، اور سب سے بڑی مصیبت جھوٹ ہے، جھوٹ اسلام کا مرض ہے، جبکہ سچ اسلام کی غذا ہے، اے مسلمان! جھوٹ سے بچ، اپنے معاشرہ کو اپنے گھر کو اہل وعیال کو جھوٹ سے بچا، جھوٹا آدمی موجود چیز کو معدوم تصور کرتا ہے اور معدوم کو موجود تصور کرتا ہے، حق کو باطل اور باطل کو حق، خیر کو شر اور شر کو خیر تصور کرتا ہے، جھوٹا آدمی اپنے نفس سے مطمئن نہیں ہوتا، ایک جھوٹ پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ مشہور ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

## گھر کو غیبت سے پاک رکھیں

جس گھر میں غیبت ہوگی وہ گھر فتنے کا مرکز ہوگا لہٰذا اپنے گھر کو اس لعنت سے پاک کرنا ہر گھر کے ہر فرد کی خاص کر گھر کے سربراہ کی ذمہ داری ہے، اسے اپنے بیوی بچوں کو اس برائی سے بچانے کے لیے وعظ ونصیحت کرتے رہنا چاہیے۔ قرآن اور احادیثِ نبویہ اور آثار سلف صالحین سے غیبت کے متعلق واضح دلائل سننے کے بعد ہر انسان کو غیبت سے توبہ کرنی چاہئے اور اپنے گھروں کو اس سے نجات دلانی چاہئے، لوگوں کی عزتوں سے کھیلنے سے توبہ کرو اور معاشرے کو امن کا گہوارہ بناؤ اور اپنے گریبان میں جھانک کر اپنی اصلاح کرو۔ آخری مغل فرمانروا بہادر شاہ ظفر کہتا ہے:

نہ تھی جب تک اپنے گناہوں پہ نظر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
جب پڑی اپنے گناہوں پہ نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

## غیبت کی تعریف

انسان اپنے مسلمان بھائی کا کسی معاملہ میں اس کی غیر موجودگی میں اس انداز

سے ذکر کرے کہ جب اس کو مذکورہ بات معلوم ہو تو وہ اسے ناپسند کرے، مذکورہ بات خواہ دنیا سے متعلق ہو یا دین سے یا خاندان یا شکل وصورت یا قول یا جسم سے متعلق ہو حتیٰ کہ سواری یا کپڑے کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔

## جسم کے متعلق

مثلاً آپ کسی انسان کے متعلق یہ کہیں کہ فلاں چھوٹے قد کا ہے، سیاہ رنگ ہے، لنگڑا ہے، اندھا، لمبا ہے، یا ایسی کوئی بات جسے وہ سنے تو ناراضی کا اظہار کرے، اسے غیبت کہتے ہیں۔

## خاندان کے متعلق

مثلاً آپ کسی مسلمان کی طرف اشارہ کر کے کہہ دیں کہ فلاں آدمی ہلکے خاندان کا ہے یا وہ نچلے طبقے کا آدمی ہے یا اس کا خاندان حقیر ہے حالانکہ خاندان صرف پہچان کا سبب ہیں، اس قسم کی باتیں غیبت میں داخل ہیں لہٰذا ان سے اجتناب بے حد ضروری ہے۔

## اخلاق سے متعلق

دوسرے مسلمان رشتہ دار دوست یا دشمن کے متعلق یہ کہنا کہ فلاں آدمی بداخلاق ہے، بہت کنجوس ہے بہت بخیل ہے، دکھلاوا کرتا ہے، بزدل ہے، بڑا غصے والا ہے، کسی کام کا نہیں، غیرہ، وغیرہ اخلاق سے متعلق ایسا تبصرہ کرنا، غیبت ہوگا اور یہ حرام ہے۔

## دین سے متعلق

کسی دوسرے مسلمان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ شرابی ہے، زانی ہے، چور ہے، جھوٹا ہے، خائن ہے، ظالم ہے، نماز نہیں پڑھتا، زکوٰۃ نہیں دیتا، نماز میں رکوع وغیرہ ٹھیک نہیں کرتا ہے، بے حیائی سے نہیں بچتا، وغیرہ دین میں کوئی بھی نقص بیان کرنا غیبت محرمہ ہے۔

## معاملاتِ دُنیا سے متعلق

مثلاً آپ کسی مسلمان کے متعلق لوگوں کو یہ بتائیں کہ فلاں آدمی بڑا بدتمیز ہے، اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، ہر وقت سویا رہتا ہے، ہر وقت آوارہ پھرتا ہے، وغیرہ، وغیرہ یہ غیبت ہوگی۔

## لباس سے متعلق

کسی کے لباس کے متعلق طنزاً لوگوں میں باتیں کرنا کہ فلاں ہلکا کپڑا پہنتا ہے، کپڑے صاف نہیں کرتا، گندے کپڑے پہنتا ہے، وغیرہ، وغیرہ اس طرح بہت سی دوسری اشیاء غیبت میں داخل ہوتی ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کو جب کسی بات کے کرنے سے فائدہ نہ ہو تو اس کے لیے خاموش رہنا بہتر ہے، آج ہم اپنے معاشرہ میں غور کریں یا اپنے گھر کی چاردیواری میں دیکھیں یا اپنی محفلوں پر غور کریں، کیا ہم اپنی زبان کو خاموش رکھتے ہیں یا لوگوں کی تنقیص کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔

## چغلی سے پرہیز کریں

چغلی سے پرہیز کریں اور اپنے ماتحت افراد کو بھی اس بری عادت سے بچائیں، کیونکہ چغل خور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہونے کے ساتھ معاشرے میں ذلیل وخوار اور بے وقار ہوتا ہے اور اس کے زہر سے کتنے دوست دشمن بنتے، کتنے گھروں میں محبتوں کی جگہ نفرتیں ڈیرے ڈالتی ہیں اور کتنے ہی بہن بھائی ہمیشہ کے لیے جدا ہوتے، کتنے گھر چغل خور کی منحوس واردات سے اجڑتے اور کتنے ہی بچے والدین کی شفقت سے محروم ہوتے ہیں، عموماً ساس بہو کی چغلی کھاتی نظر آتی ہے، اور بہو ساس کے خلاف زہر اگلتی نظر آتی ہے، پھر محلے کی عورتیں، رشتہ دار خواتین اور نندیں جلتی پر تیل کا کام کرتی ہیں اور معمولی بات کا بتنگڑ بنا کر

ہنستے بستے گھر کو محاذِ جنگ بنا دیتی ہیں اگر بہو، ساس اور نندوں کے مقابلے میں کمزور ہو تو اس کا جینا حرام کر دیا جاتا ہے اور اگر بہو طاقتور ہو اور خاوند کو اپنے ہاتھوں میں لے چکی ہو تو ساس اور نندوں کا جینا حرام کر دیتی ہے حتی کہ بعض بوڑھی مائیں انتہائی ضعیف العمری میں گھر سے باہر دھکے کھاتیں اور رشتہ داروں کے پاس بڑھاپے کے دن گزارتی نظر آتی ہیں ،اس گھریلو کشمکش کا سبب تلاش کیا جائے تو اس ویرانے اور نفرتوں کا سبب گھروں میں ایک دوسرے کے خلاف ہونے والی چغلیاں اور بدظنی ہی ہے،لہٰذا گھر کو پُرسکون رکھنے کے لیے ایک تو چغلی کا خاتمہ ضروری ہے دوسرا گھر کے افراد آپس میں مضبوط تعلقات استوار کریں اور چغل خور کو چغلی کا موقع ہی نہ دیں، کیونکہ چغل خور آپ کا ہمدرد نہیں بلکہ آپ کے گھر کو ویران کرنے اور آپ کی باہمی محبتیں نفرتوں اور دشمنیوں میں بدلنے کا باعث ہے۔

## غصہ سے گریز کریں

اپنی طبیعت میں حلم،حوصلہ، بردباری اور قوت برداشت پیدا کریں، گھر میں ہونے والی معمولی غلطیوں پر اشتعال میں نہ آئیں اور غصہ میں بے قابو ہو کر گالی گلوچ، مار دھاڑ اور شور و واویلا شروع نہ کریں، اس طرح جلال میں کبھی انسان اپنا نقصان کر لیتا ہے کہ طیش میں آ کر برتن توڑ دیئے، قیمتی چیزیں کرچی کرچی کر دیں اور کبھی بچوں کے جوڑ وغیرہ توڑ دیئے۔

الغرض غصے اور اشتعال کا سراسر نقصان ہی ہے،لہٰذا غصہ تھو کیے اور حلم و بردباری اور عفو و درگزر اختیار کیجیے، آپ کے اس عمل سے گھر میں اطمینان و سکون بھی ہوگا اور آپ کی یہ عادت بیوی، بچوں پر بھی مثبت اثرات چھوڑے گی۔

## گھر کے سرپرست بخل اور کنجوسی کی عادت نہ بنائیں

بیوی اور اولاد کا نان و نفقہ گھر کے سرپرست کی ذمہ داری ہے،لہٰذا ان پر خرچ کرنے میں کنجوسی اور بخل سے کام نہ لیں، بلکہ جو مال میسر ہے اس میں فراخی کا مظاہرہ کریں

اور حسب استطاعت اہل خانہ کی ضروریات پوری کریں، کیونکہ سرپرست کا بخل و کنجوسی سے کام لینا بیوی بچوں کے لیے تکلیف دہ ہے اور بعض اوقات بخل ہی کی وجہ سے زوجین میں تصادم شروع ہو جاتا ہے اور جھگڑے طول پکڑ جاتے ہیں۔

① اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ (النساء: ۳۴)

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں (مردوں) نے اپنے اموال خرچ کیے ہیں۔"

یہ آیت دلیل ہے کہ نان و نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہے، اسی طرح پیدا ہونے والی اولاد کی خوراک وضروریات کا نگران بھی باپ ہے۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((افضل الصدقة ماترك غنى، واليد العليا خير من اليد السفلى، وابدا بمن تعول)). [1]

"افضل صدقہ وہ ہے جو خرچ کرنے کے بعد غنیٰ باقی رکھے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کرنے کا آغاز ان سے کر جن کا تو کفیل ہے۔"

## اسراف اور فضول خرچی سے اجتناب کریں

❀ ...... اگر مال میسر ہو تو اسے افراط و تفریط کے بغیر میانہ روی سے خرچ کرنا پسندیدہ عمل ہے، اس کا ذاتی نقصان تو ہے ہی، شریعت نے بھی اسراف اور فضول خرچی سے بچنے کی تاکید کی ہے، بلکہ بخل اور اسراف کے بغیر تمام معاملات میں اعتدال سے کام لیں

[1] صحيح بخاری: كتاب النفقات، باب وجوب النفقة على الاهل والعيال: ۵۳۵۵۔

اور کھانے، پینے لباس پہننے، گھریلو ضروریات پوری کرنے اور گھر وغیرہ کی تعمیر و تزئین میں میانہ روی اختیار کریں، مثلاً معاشرے میں اسراف کی موجودہ صورتحال میں سے کھانے، پینے میں بے جا تصرف، ضروریات سے زیادہ پکانا، اتنا زیادہ کھانا کہ وہ صحت کے لیے وبال بن جائے، کھانا ضائع کرنا مکروہ ہے۔

- ......اسی طرح ضرورت سے زائد کپڑے بنانا، شہرت کے لیے مہنگے ترین لباس خریدنا حالانکہ اسلام سادگی کا درس دیتا ہے، مردوں کا ریشم استعمال کرنا یا سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنا حرام ہے۔
- ......اتنے زیادہ برتن جمع کر لینا کہ تمام زندگی وہ استعمال میں نہ آئیں، پھر وقت گزرنے پر ان برتنوں کا دور ختم ہو جاتا ہے اور مجبوراً مفت یا انتہائی سستے داموں فروخت کرنا پڑتے ہیں۔
- ......بیڈز، چارپائیوں اور بستروں چادروں کی اتنی زیادہ بہتات کہ وہ استعمال ہی نہ ہوں اور الماریاں وغیرہ ان سے اٹی پڑی ہوں بلکہ حق یہ ہے کہ ضرورت سے دو چار بستر ہی زیادہ ہوں کہ مہمانوں وغیرہ کے کام آسکیں۔
- ......بجلی کا بے تحاشا استعمال کہ بتیاں ہر وقت آن رکھنا، جہاں ایک پنکھے کی ضرورت ہے وہاں چار پانچ پنکھے استعمال کرنا، پانی کا بے جا استعمال حالانکہ ان چیزوں کو ضرورت کے مطابق استعمال کرنا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ بچت کرنی چاہیے، کیونکہ اس میں آپ کا فائدہ ہے کہ گھر کا بل کم آئے گا اور بجلی کی کھپت میں کمی کی وجہ سے قومی بچت بھی ہوگی۔
- ......اس کے علاوہ گھریلو استعمال کی دیگر اشیاء کے استعمال میں بھی احتیاط برتنی چاہیے اور میانہ روی سے کام لینا چاہیے کیونکہ تمام معاملات میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے۔
- ......کثیر المنزلہ عمارات کا قیام کہ رہائش کے لیے تو دو چار کمروں ہی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن لوگوں کی دیکھا دیکھی یا شہرت کی غرض سے کئی کئی کمروں اور منزلوں کے

محل نما گھر تعمیر کیے جاتے ہیں پھر ایسے گھروں کی تعمیر میں ملاوٹ، کرپشن، غصب جیسے حرام کام کر کے مال کمایا جاتا ہے اور انہیں آباد رکھنے کے لیے بھی کئی طرح کی مالی بے ضابطگیاں کرنا پڑتی ہیں اور جس اولاد کے لیے ایسی شایان عمارات تعمیر کی جاتی ہیں ان کے عنفوان شباب میں قدم رکھتے ہی عمارات کے طرز تبدیل ہو چکے ہوتے ہیں اور نئی طرز کی عمارات کی خاطر یا تو وہ باپ دادا کی تعمیر شدہ عمارات منہدم کر دیتے ہیں یا انہیں بیچ کر کسی پوش علاقہ میں گھر خرید لیتے ہیں، چنانچہ مناسب یہی ہے کہ گھریلو ضرورت کے مطابق گھر تعمیر کیے جائیں جن میں اسراف اور خودنمائی نہ ہو، کیونکہ ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ دنیا میں وہ عارضی سکونت پذیر ہے اس کی اصل رہائش جنت ہے جہاں بہترین طرز تعمیر کے محلات اور ہر قسم کی آسائش اس کی منتظر ہے۔

## اسراف اور فضول خرچی ناپسندیدہ عمل ہے

اسراف اور فضول خرچی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اور اس نے اہل ایمان کو ایسی بدخصلت سے منع فرمایا ہے۔

① اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ (الاعراف: ۳۱)

"کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

## تکلفات میں نہ پڑیں

سادہ اور حقیقی زندگی بسر کریں، آپ کی خوراک، لباس، گھریلو سامان، فرنیچر مکان میں سادگی ہو اور ہر معاملہ میں تکلف و تصنع اور بناوٹی زندگی سے بچیں، کیونکہ تمام معاملات میں تکلف و تصنع ممنوع ہے، پھر اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں کہ اپنا معیار زندگی برقرار رکھنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں، قرضے لینے پڑتے ہیں اور مفت کی پریشانی

اٹھانا پڑتی ہے، ان تمام پریشانیوں سے بچنے کا حل یہ ہے کہ حقیقی زندگی گزاریں۔

آپ کی جو اصل حالت ہے وہی ظاہر کریں، اس سے آپ قرضوں کے بوجھ سے بھی محفوظ رہیں گے، آپ کی عزت و وقار بھی بحال رہے گا اور قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل کرنے سے آپ کی زندگی میں استحکام بھی آئے گا۔

## تکلف کی ممانعت کے دلائل

① اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝﴾ (ص:۸۶)

"کہہ دیجیے! میں تم سے اس (دعوت) پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں۔"

② حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((نهينا عن التكلف)).[1] "ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے"

## گھر کے کسی بھی فرد کو حقیر نہ سمجھیں

گھر کے کسی بھی فرد بیوی، بچوں، ماں باپ یا بہن بھائی میں سے کسی کو بھی حقیر نہ جانیں بلکہ آپس میں انتہائی پیار و محبت سے پیش آئیں اور ایک دوسرے کی عزت و آبرو کی پاس داری کریں اور بڑا بننے کے بجائے عاجزی وانکساری اختیار کریں، اس سے آپ کے خاندانی تعلقات بھی مضبوط ہوں گے، آپ کی قدر و منزلت میں بھی اضافہ ہوگا اور اگر ساس بہو کو بیٹی تسلیم کر لے تو گھریلو ناچاقیاں از خود ختم ہو جاتی ہیں اور ہر وقت سڑنے جلنے اور جلی کٹی سننے اور سنانے سے بھی آپ محفوظ ہو جائیں گے اور گھر امن و آشتی کا گہوارہ اور سکون و اطمینان کا مرکز بن جائے گا، بس گھر کے ہر فرد کا تواضع اور انکساری سے متصف ہونا لازم

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکرہ من کثرة السؤال: ۷۲۹۳۔

ہے، آپ کے گھر میں رحمتوں اور برکتوں کی باغ و بہار ہوگی اور آپ کا گھر محلے اور علاقے میں بہترین اور قابل رشک گھر شمار ہوگا۔

① تواضع اختیار کریں:

عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ان الله اوحى الى ان تواضعوا حتى لا يفخر احد على احد، و لا يبغي احد على احد)). [1]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔"

② تواضع اختیار کرنے سے ہمیشہ عزت و آبرو میں اضافہ ہوتا ہے:

نیچا ہونے سے، عاجزی اختیار کرنے سے، ہار مان لینے سے ہمیشہ عزت و آبرو ہی میں اضافہ ہوتا ہے، اس سے کبھی بھی ذلت و رسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، لہٰذا اگر ساس سخت، تند مزاج اور ترش رو ہے تو بہو کے لیے اس کا مقابلہ کرنے کے بجائے عاجزی سے پیش آنا اور زبان بند رکھنا بہو کی عزت افزائی کا باعث ہوگا اور مستقل برداشت سے سخت مزاج ساس بھی نرم پڑ جائے گی، لہٰذا صبر و برداشت اور تواضع آپ کی عزت کی کنجی ہے اسے استعمال کر کے آپ خاندان و اہل محلہ میں سربلند ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما نقصت صدقة من مال و ما زاد الله عبدا بعفو الا عزا، و ما تواضع احد لله الا رفعه الله)). [2]

"صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، عفو و درگزر سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے بلند ہی کرتے ہیں۔"

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الجنة و نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة و اهل النار: ۲۸۶۵۔

[2] صحیح مسلم: کتاب البر و الصلة، باب استحباب العفو و التواضع: ۲۵۸۸۔

# گھر میں موبائل فون کے خطرات سے آگاہ رہیں

بلاشبہ موبائل فون کی دریافت دورِ جدید کا اہم کارنامہ ہے جس کے فوائد، سہولیات بےشمار ہیں کہ انسان پل بھر میں عزیز و اقارب اور گھروں کی خیریت معلوم کر لیتا ہے اور سات سمندر پار بیٹھا شخص بھی خود کو دور محسوس نہیں کرتا اور ہمہ وقت اہل خانہ اور عزیز و اقارب سے رابطہ میں رہتا ہے، لیکن ان تمام سہولیات کے باوجود موبائل کے خطرات اتنے ہلاکت خیز اور خوفناک ہیں جن کے تصورات ہی لرزہ خیز ہیں لہٰذا گھر کے ہر فرد خصوصاً غیر شادی شدہ لڑکیوں اور اسلامی تعلیمات سے عاری نوجوانوں کو موبائل فون سے دُور ہی رکھنا چاہیے اور گھر پر فون موجود ہے تو گھر کے مرد یا بڑی عمر کی خواتین ہی فون اٹھائیں کیونکہ عاشق مزاج، آوارہ لڑکیوں کے شکار کے ماہر فاسق قسم کے لوگ موبائل فون کے ذریعے روابط و تعلقات قائم کر کے سادہ مزاج بھولی بھالی لڑکیوں کو بہلا کر اپنی ہوس کا شکار کرتے ہیں اور دعوت گناہ دینے والی آوارہ خواتین فحاشی و عریانی کی ترویج کے لیے سادہ لڑکوں کو پھانستی اور دعوت گناہ دیتی نظر آتی ہیں۔

**المختصر:** موبائل فون نے بے حیائی، بے غیرتی، فحاشی و عریانی کو اتنا عام کیا ہے کہ دیگر فحاشی و عریانی کی تعلیمات دینے والے چینل اس سے پیچھے دکھائی دیتے ہیں جس نوجوان کو دیکھو وہ فون کالز اور میسجز پڑھنے یا لکھنے کے جنون میں مسحور دکھائی دیتا ہے، کسی لڑکی سے افیئر چل رہا ہے تو نہ نمازوں کی پابندی کی پروا ہے نہ دیگر ذمہ داریوں کا احساس ہے اور نہ شب خوابی کی فکر ہوتی ہے، یہی حال موبائل کالز کی گرفت میں قید لڑکیوں کا ہے، اس آلہ شیطان نے عزتیں پامال کیں، عورتوں کو گھروں سے بھگایا، لڑکیوں کو آوارہ کیا اور معاشرے کے نوجوان مردوں اور عورتوں کو جنسی جنون میں مبتلا کر دیا ہے، یہ کفار کی ایسی خوفناک سازش ہے جس نے غلبہ اسلام میں حصہ لینے والی نوجوان مسلم نسل کو جنسی ہوس اور لڑکی لڑکے کے شکار تک محدود کر دیا ہے اور عفت و عصمت اور شرم وحیاء کی پیکر قوم کو بے راہ روی اور آوارہ مزاجی کا رسیا بنا دیا ہے، لہٰذا ہر فیملی شریعت کی حدود کو توڑ کر شیطان

کے گروہ میں شامل ہونے کے تجربات کرنے کی بجائے اس آلہ کو محدود و مسدود کرے، ضروریات تک کے لیے اسے استعمال میں لائیں اور جس قدر ہو سکے نوجوان لڑکوں لڑکیوں کو اس بیماری کی لت نہ لگنے دیں۔

بہر حال موبائل فونز کی تہہ میں کتنے خوفناک طوفان چھپے ہیں ان کا اندازہ ناممکن ہے لیکن ان کا سب سے زیادہ نقصان یہ ہے کہ یہ فحاشی وعریانی اور بے حیائی کا مؤثر مبلغ اور شیطان کا کامیاب ترین داعی ہے اور بے حیائی، فحاشی وعریانی کو فروغ دینے والے سرپرست وذمہ داران اس سے چشم پوشی کر کے اور یہ تصور کر کے کہ لڑکا اور لڑکی سمجھ دار ہیں کچھ نہیں ہوگا، وغیرہ کی شیطانی تاویلوں سے خود کو مطمئن نہ رکھیں بلکہ آیت قرآنی میں آئندہ وعید سے سبق سیکھیں۔

① اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝﴾ (النور:۱۹)

"بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لیے دُنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

② بے جا فونز کال وقت کا ضیاع اور مالی اسراف ہے جو کسی صورت بھی جائز نہیں۔

③ ویڈیو موبائلز میں گانے، فلمیں اور دیگر فحش پروگرام ہیں جن کی قرآن وسنت میں واضح حرمت ہے۔

④ ویڈیو موبائلز کے خریدار وقتاً فوقتاً تصویر سازی کے گناہ میں ملوث رہتے ہیں یہ اتنا سنگین جرم ہے کہ روزِ قیامت مصورین کو سخت ترین عذاب ہوگا، لیکن اس سنگینی سے قصداً بے پرواہی برتتے ہوئے کتنے ہی لوگ اس جرم اور گناہ میں ملوث ہیں اور اس جرم کا اصل کردار ویڈیو موبائلز ہیں جس کی نہ چھوٹے کو پرواہ ہے نہ بڑے کو، نہ گھر کے سرپرست کو، نہ کسی اور ذمہ دار کو، بہر حال اس میں بہت ہی محتاط رہیے، تاکہ گھر میں

کوئی فتنہ سر نہ اٹھا سکے۔

## والدین کے حقوق کا خیال رکھیں

والدین کے حقوق کی پاس داری کریں، انہیں خوش خرم رکھیں، ان سے حُسنِ سلوک سے پیش آئیں، ان کی بات توجہ سے سنیں اور انہیں حتی الامکان راضی رکھنے کی کوشش کریں، کیونکہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی قرآن وسنت میں خاص تاکید کی گئی ہے۔

① اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (النساء: ٣٦)

"اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔"

② فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (بنی اسرائیل: ٢٣)

"اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔"

## والدین سے نیکی کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے

والدین اولاد کے حسن سلوک کے زیادہ مستحق ہیں، خصوصاً بڑھاپے کے عالم میں جب وہ اولاد پر بوجھ ہوں تو ان سے نیکی کرنا، ان کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان کی خوراک اور صحت کا خیال رکھنا اولاد کی اہم ذمہ داری بن جاتی ہے، اسی چیز کے پیشِ نظر اسلام نے مسلمانوں کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا پابند کیا ہے اور والدین سے نیکی اور احسان کو اللہ کی عبادت کے بعد اہم فریضہ قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال

کیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا، صحابی نے عرض کیا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا، انہوں نے پوچھا: اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ [1]

## بوڑھے والدین کی خدمت سے پہلوتہی بدقسمتی کی علامت ہے

والدین کی خدمت کرنا ان پر مال خرچ کرنا اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا اولاد کے فرائض میں شامل ہے اور یہ ذمہ داری اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب والدین بڑھاپے کی حالت میں ہوں اور اپنی ضروریات زندگی اور نان ونفقہ کا انتظام کرنے سے بھی قاصر ہوں، ایسی حالت میں والدین کو اچھی خوراک دینا، ان کے لباس وغیرہ اور دیگر لوازمات کا اہتمام کرنا اولاد کی ذمہ داری ہے اور اولاد میں سے ہر فرد کو حتی الامکان اس ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے اور اسے بحسن وخوبی انجام دینا چاہیے، لیکن دُنیا کی دوڑ، مصنوعی معیارِ زندگی اور اسلامی تعلیمات سے عاری پن نے والدین کی قدرومنزلت گرادی ہے اور ان کی خدمت میں جو عظمت تھی اولاد اسے بوجھ سمجھتی اور مختلف حیلوں بہانوں سے اس عظیم فرض سے جان چھڑانے کی کوشش کرتی ہے، لیکن یاد رکھیں! والدین کی خدمت میں کوتاہی اور بوڑھے والدین سے بدسلوکی ذلت ورسوائی اور جنت سے محرومی کا باعث ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((رغم انفه، ثم رغم انفه، ثم رغم انفه، قيل: من يا رسول الله ﷺ!

---

[1] صحیح بخاری: کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتها: ۵۲۷۔
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال: ۸۵۔

قال: من ادرك ابويه عندالكبر احدهما او كليهما فلم يدخل الجنة)). [1]

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پوچھا گیا: کس کی یارسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین میں سے ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔"

## فوائد:

① ناک خاک آلود ہونے سے مراد ہے کہ وہ ذلیل ہو اور ایک قول ہے کہ وہ مجبور و لاچار ہو جائے اور رسوا ہو۔

② اس حدیث میں والدین سے حسن سلوک کی ترغیب ہے اور والدین سے اچھا برتاؤ کرنے کے ثواب عظیم کا بیان ہے۔

③ بوڑھے اور کمزور والدین کی خدمت کرنا، ان پر خرچ کرنا اور ان کی دیگر ضروریات پوری کرنا جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے اور ان کی خدمت میں کوتاہی کرنے سے جنت میں داخل ہونے سے محرومی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و رسوا کردے گا۔ [2]

## گھریلو استعمال کی چیزیں عاریۃً دینے سے انکار نہ کریں

اگر ہمسائے گھریلو استعمال کی چیز، دیگچی، ڈشیں، ڈونگے، واٹر سیٹ، چارپائی، یا بستر وغیرہ عاریۃً طلب کریں تو انکار نہ کریں، بلکہ ضرورت کی گھریلو چیزیں خوش دلی سے مہیا کریں، کیونکہ ہمسائے کو استعمال کے لیے ضروری اشیاء عاریۃً دینا بھی نیکی ہے، اور ان چیزوں کو روکنے پر سخت وعید ہے، گھریلو استعمال کی چیزیں عاریۃً نہ دینا منکرین آخرت کا

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الادب، باب رغم من ادرك ابويه او احدهما عندالكبر فلم يدخل الجنة: ۲۵۵۱۔

[2] شرح النووی: ۱۶/ ۱۰۸۔

کا وصف بیان ہوا ہے، اور جو عورتیں چیز کے گم ہونے یا ٹوٹنے کا بہانہ بنا کر چیزیں دینے سے انکار کرتی ہیں انہیں اس وعید سے ڈرنا چاہیے اور اپنے اطوار بدلنے چاہئیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾ (الماعون:۷)

"اور عام برتنے کی چیزیں روکتے ہیں۔"

## فوائد:

① اس آیت میں عام استعمال کی چیزیں نہ دینے والے کے لیے ہلاکت کی وعید ہے۔

② ماعون ہر وہ چیز ہے جس سے کام لیا جاتا ہے، جیسے کلہاڑی، بسولہ، دیگچی، برتن،، ڈول، کرسی وغیرہ تمام اشیائے خانگی۔ [1]

③ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((کنا نعد الماعون علی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عارية الدلو والقدر)). [2]

"ہم عہد رسالت میں ڈول اور ہنڈیا وغیرہ عاریۃً لینے کو ماعون سے تعبیر کرتے تھے۔"

## مہمان کی ضیافت اور عزت و تکریم کریں

جب گھر پر کوئی مہمان تشریف فرما ہو یا آپ سے ملنے والا ملاقاتی آئے تو اس کی عزت و تکریم کریں، اس کی آؤ بھگت کریں، اور ماکولات و مشروبات سے اس کی خوب تواضع کریں، کیونکہ مہمان کی ضیافت اہل خانہ کا حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاص تاکید فرمائی ہے۔

---

[1] لغات الحدیث: ٤/ ٢٤٤۔

[2] سنن ابی داؤد: کتاب الزکاة، باب فی حقوق المال: ١٦٥٧۔

مہمان کو کھلانے پلانے سے رزق میں کمی نہیں ہوتی، اس لیے مہمان نوازی سے جی کترانا اور بخل و کنجوسی کا مظاہرہ کرنا زیبا نہیں۔

① نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((وان لزورك عليك حقا)). [1]

"آپ کے ملاقاتی کا آپ پر حق ہے۔"

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يؤذ جاره، ومن كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليكرم ضيفه، ومن كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليقل خيرا اياه اوليصمت)). [2]

"جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے، جس کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جس کا اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان ہے وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔"

## فوائد:

① مہمان کے لیے وقت نکالنا اور اس کی عزت و تکریم کرنا میزبان پر حق ہے۔
② مہمان کی آمد پر اپنے کاموں میں مگن رہنا، اس کی عزت افزائی نہ کرنا، اور اس کے لیے کھانے پینے کا بندوبست نہ کرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔

## گھر کے بیمار افراد کے ساتھ خصوصی شفقت کریں

اگر گھر کا کوئی فرد بیمار ہو جائے تو اس کا خاص خیال رکھیں، اس کے ساتھ خصوصی شفقت کریں اور اس کے لیے دوا کا بندوبست کریں، تا کہ وہ بیماری سے جلد صحت یاب ہو

---

[1] صحيح بخاري: كتاب الادب، باب حق الضيف: ٦١٣٤۔

[2] صحيح مسلم: كتاب الايمان، باب الحث على اكرام الجار والضيف: ٤٧۔

اور آپ کی خاص شفقت سے باہمی محبت پروان چڑھے گی اور بیمار کی حوصلہ افزائی سے اس کی جلد صحت یابی کی امید پیدا ہوگی۔

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی حالت میں میرا خاص خیال رکھتے ہوئے زیادہ لطف و کرم کا مظاہرہ کرتے۔ [1]

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

**((کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا مرض احد من اهل بیته نفث علیه بالمعوذات)).** [2]

"جب گھر کا کوئی فرد بیمار ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر معوذات پڑھ کر دم کرتے تھے۔"

③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں:

**((کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتکی منا انسان مسحه بیمینه ثم قال: اذهب الباس، رب الناس، واشف انت الشافی، لاشفاء الا شفاؤك شفاء لایغادر سقما)).** [3]

"جب ہم میں سے کوئی فرد بیمار ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے پھر یہ کلمات کہتے: اے لوگوں کے رب! بیماری دور کر دے اور شفا دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری ہی شفا ہے ایسی شفا دے جو بیماری نہ چھوڑے۔"

مذکورہ دم بھی کریں اور گھر کے کسی بھی فرد کو بیماری میں اپنی خاص توجہ سے محروم نہ کریں اور بیمار کے لیے دوا کا انتظام بھی کریں۔

لیکن ہمارا یہ بہت بڑا المیہ اور بدبختی ہے کہ بیوی اور بچوں کو سر درد ہو تو ہم شہر کے تمام اچھے ڈاکٹر چھان مارتے ہیں، لیکن والدین یا بہن بھائی بیمار ہوں تو دکان یا میڈیکل سٹور

---

[1] صحیح بخاری: ۴۷۵۰۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الطب، باب رقیة المریض بالمعوذات: ۲۱۹۲۔

[3] ایضاً، کتاب الطب، باب استحباب رقیة المریض: ۲۱۹۱۔

سے زیادہ سے زیادہ پیناڈول، ڈسپرین وغیرہ لاکر ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جاتے ہیں، ایسا درست نہیں، بلکہ والدین کو زیادہ توجہ دیں، بیماری کی حالت میں انہیں اپنائیت دیں اور احساس محرومی کا شکار نہ ہونے دیں۔

## گھر کی صفائی کو یقینی بنائیں

اسلام کامل و اکمل دین ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے جو اہل اسلام کی زندگی کے ہر معاملے میں راہ نمائی کرتا ہے چونکہ جسم، لباس، ماحول اور گھر کی صفائی انسانوں کے لیے از حد ضروری اور صحت و تندرستی کی علامت ہے اس لیے اسلام نے صفائی پر بہت زیادہ زور دیا ہے، لہٰذا اپنے جسم، لباس اور گھر کے ماحول کی صفائی کو یقینی بنائیں، بچوں کے لباس، بال اور چہرے صاف ستھرے اور خوبصورت بنائیں، کیونکہ میلے کچیلے اور گندے بچوں سے طبیعتیں متنفر ہوتی ہیں۔ گھر کا ماحول گندا ہو، گھر میں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگے ہوں، مکان کی چھتوں پر جالے لٹک رہے ہوں، لیٹرین سے بو کے بھبھوکے اٹھ رہے ہوں اور باورچی خانے کی چھتیں اور دیواریں دھویں سے کالی اور برتن ان دھلے ہوں تو ایسا گھر اور گھر کے افراد معاشرے میں بے توقیر ہوتے ہیں اور بارگاہ ایزدی میں بھی غیر مقبول ہوتے ہیں کیونکہ دین اسلام صفائی کا ضامن ہے اور اپنے ماننے والوں کو صفائی کی ترغیب دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان اللہ جمیل یحب الجمال)). [1]

"بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔"

اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھیے، گھریلو اشیاء میں بے ترتیبی نہ ہو، ہر چیز اپنے مقام پر اور مناسب انداز میں رکھی نظر آئے، بستر کی چادریں، پہننے کا لباس، دروازوں پر لٹکے ہوئے پردے غرض ہر چیز صاف ہو، آپ کا باورچی خانہ کباڑ خانہ نظر نہ آئے، اسی طرح دیواروں

[1] صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ: ۹۱۔

پر جالے یا کونوں کھدروں میں کیڑے مکوڑے چھپے ہوئے نظر نہ آئیں، یہ آپ کا ظاہری ماحول ہے جو آپ کی باطنی پاکیزگی، طبعی نفاست اور معاشرتی تہذیب پر دلالت کرتا ہے، صاف ستھرے ماحول کا انسانی قلب پر بھی بہت اثر ہوتا ہے، طبیعت مسرور اور مطمئن رہتی ہے۔

## گھر کی صفائی روحانی صورت میں بھی کیجیے

اس صفائی سے مراد دھول مٹی کی صفائی نہیں، اگر چہ ایک صاحب ایمان کا گھر اس لحاظ سے نظیف ونفیس ہوتا ہے لیکن یہ دوسری قسم کی صفائی ہے یہ صفائی منکرات، رسوم و رواج، فحش باتوں اور بے ہودہ رسائل وجرائد کی ہے، اولاً اپنے گھروں میں دیکھئے کہ کہیں شیطانی ڈبہ تو موجود نہیں جسے عرف میں "ٹی وی" کہتے ہیں، یقین رکھئے کہ آپ کے گھر میں اگر یہ منحوس چیز موجود ہے تو بھلے آپ خود کو کتنی ہی طفل تسلیاں دے لیں کہ ہم اس کے ذریعے صرف مذہبی پروگرام دیکھتے ہیں یا خبریں وغیرہ سنتے ہیں، لیکن آپ کی تمام تر احتیاطوں کے باوجود یہ ضرور آپ کو ڈسے گا، اس لیے پہلی فرصت میں اس سے چھٹکارا حاصل کیجئے، ٹی وی نجاست وغلاظت کا پٹارہ ہے یہ ہمارے عقائد کو بگاڑ رہا ہے، ہمارے اعمال کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے، جن گھروں میں یہ وبائی ڈبہ موجود ہے وہاں سے رحمت الٰہی رخصت ہو چکی ہے، دوسرے نمبر پر دیکھئے کہ گھر میں تصاویر تو موجود نہیں؟ اگر تصاویر ہیں تو انہیں جلا دیجئے تاکہ رحمت کے فرشتوں کی آمد میں رکاوٹ نہ ہو، اپنی الماریوں و شیلف کا جائزہ لیجئے کہیں گانے بجانے کی کیسٹیں اور سی ڈیز تو نہیں رکھیں، فسق وفجور پر مبنی عشقیہ شاعری تو نہیں پڑی، بے ہودہ ناول، اور تصویری رسالے تو نہیں رکھے ہوئے؟ باطل مذاہب کی کتابیں تو موجود نہیں؟ یہ سب ہیں تو انہیں بھی گھر بدر کیجئے، جائزہ لیں کہ گھر کے اندر دیگر کیا کیا منکرات ہو رہے ہیں؟ شرعی پردے سے بے پرواہی تو نہیں؟ بدعات کی خرافات تو نہیں؟ خوشی اور غمی کے موقع پر رسم ورواج کی پابندی تو نہیں کی جاتی؟ اگر ان چیزوں میں سے کچھ ہے تو ان سے بھی چھٹکارا حاصل کیجئے، اس طرح آپ پہلے گھر کو صاف

ستھرا کر کے ماحول کو دینی اعمال کے لیے قابل قبول بنائیں تا کہ کل جب آپ اپنے گھر والوں کو دینی احکام کی تلقین کریں تو اسے روبہ عمل لانے میں کوئی رکاوٹ موجود نہ ہو۔

## گھر میں تعلیم کا آغاز کیجیے

اپنے گھر میں ایک وقت مقرر کیجیے، جب تمام افراد خانہ موجود ہوتے ہوں، ایسے وقت تمام لوگ ایک جگہ بیٹھ کر اجتماعی تعلیم (فضائل اعمال، فضائل صدقات یا مزید اسلامی کتب) کا اہتمام کریں، آپ کا کسی شیخ سے تعلق ہے تو ان کے مطبوعہ مواعظ پڑھیے، اکابر علماء کی کتابوں کا انتخاب کر کے ان کے مختلف ابواب سے پڑھ کر سنائیے، قرآن مجید کی تفسیر اور حدیثِ رسول ﷺ پڑھیے، اس وقت اپنے بچوں کو صحابہ صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین و تابعات رحمہم اللہ اور تاریخ اسلام کے خاص واقعات کے بارے میں بتائیے، دینی مسائل کی کوئی مستند کتاب پڑھیے تا کہ آپ کی اولاد دینی مسائل سے آگاہ ہو سکے، مسنون دعائیں اور چھوٹی سورتیں اپنے بچوں کو یاد کرائیے، اس کے لیے بہترین وقت عشاء کی نماز کے بعد کا ہے جب تمام لوگ اپنی اپنی ضروریات سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں، اس طرح کی اجتماعی تعلیم کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ تمام گھر والوں کو اکٹھا مل بیٹھنا نصیب ہوگا، گھر کے افراد میں سے کسی کا کوئی مسئلہ ہے تو علم میں آجائے گا، کسی بات پر اجتماعی مشورہ درکار ہے تو وہ اسی موقع پر ہو جائے گا، اس طرح ایک گھر کی چار دیواری کے اندر محبت واخوت اور دلی ہمدردی کا بے مثال جذبہ پروان چڑھے گا۔

## گھر میں ضبط وتحمل کا رویہ پیدا کیجیے

جس چار دیواری میں کچھ افراد رہتے ہوں وہاں کسی سے خلافِ تہذیب بات سرزد ہو جانا، آپس میں ناراضی یا تو تکار ہو جانا انہونی بات نہیں، ایسے موقع پر آپ کا امتحان ہے، دیکھیں کہ غلطی کس کی ہے اور کتنی ہے، اس غلطی پر کس طرح کی تادیب ضروری ہے؟ ایسا مت کیجیے کہ اِدھر بچے کی شکایت آئی اُدھر چٹاخ پٹاخ دھنائی ہوگئی، اسی طرح میاں بیوی

کی آپس میں ناراضی ہوسکتی ہے، کسی مسئلے پر اختلاف رائے پیدا ہوسکتا ہے، خیال رکھئے کہ آپ کا اختلاف بچوں کی سماعت تک نہ پہنچے، آپ کی باہمی چپقلش کا اولاد پر بہت بُرا اثر پڑ سکتا ہے، اختلاف رائے کی صورت میں آپ دونوں کو کیا کردار ادا کرنا ہے اس بارے میں دینی تعلیمات جاننے کی کوشش کریں، طنز، لالچ، حسد، خوف یا دباؤ کو اپنے رویے کا حصہ نہ بننے دیں، رواداری اور تحمل میاں بیوی کے لیے انتہائی لازمی ہیں، کبھی ناگوار بات پیش آجائے تو فوری ردِّعمل دینے کی کوشش نہ کریں، ایسی بات یا حرکت سے اجتناب کریں جس سے دوسرے کو بدگمانی، شک یا وہم ہوسکے،

## گھر میں توازن قائم رکھیے

آپ ماں ہیں یا باپ، آپ کو اپنی اولاد میں سے کسی ایک بچے سے خاص محبت ہوسکتی ہے، یہ ایک فطری امر ہے لیکن ضروری ہے کہ اعتدال اور توازن کا دامن تھامے رکھیں کسی ایک بچے کی طرف زیادہ التفات دوسرے بچوں کو آپ سے اور اس بچے سے دُور کر سکتا ہے، ہمارے ہاں ایک عمومی رویہ ہے کہ والدین بیٹوں کے ساتھ زیادہ تعلق خاطر رکھتے ہیں، ان کی تعلیم اور پرورش میں کوتاہی نہیں ہونے دیتے لیکن بیٹیوں کے ساتھ معاملہ ذرا مختلف ہوتا ہے، عموماً انہیں ان کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے اور ان کے ساتھ معاملات میں سرد مہری برتی جاتی ہے، مثلاً لڑکے کو رات سوتے وقت گرم گرم دودھ کا پیالہ ملتا ہے لیکن لڑکی کو بچا کچا کھانا پڑتا ہے، آپ کا ایسا رویہ جہاں آپ کے لیے دین و دنیا کے اعتبار سے خسارے کا باعث ہوگا وہیں اس بچی کا مستقبل بھی تاریک ہوجائے گا، حضور نبی کریم ﷺ نے بچیوں کی تعلیم و تربیت کی خاص ہدایت فرمائی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ جائیں تو وہ قیامت میں میرے ساتھ ہوگا۔" (مسلم)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ارشاد گرامی ہے:

"جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کی اچھی تربیت کی، ان سے حُسن سلوک

یا پھران کا نکاح کر دیا تو اس کے لیے جنت ہے۔" (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے بچیوں کے معاملہ میں خاص تاکید اس لیے فرمائی کہ معاشرے میں بیٹی کو بیٹے کے مقابلے میں کمتر سمجھا جاتا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حُسن سلوک کی تاکید بھی فرمادی اور اس کے بدلے اجر وثواب، اپنی معیت اور جنت کی بشارت بھی دے دی، خاندانی زندگی میں توازن قائم رکھنے کے اور بھی مقام ہیں مثلاً عزیز و اقارب سے تعلق میں، دوستوں کے ساتھ دوستی میں، معاملات میں، گھریلو اخراجات میں غرض اس توازن کی کوئی حد نہیں، ہر معاملے میں اعتدال اور توازن ضروری ہے حتیٰ کہ عبادت میں بھی۔

## بچوں کی راہ نمائی کیجیے

آپ کی اولاد آپ کے پاس اللہ کی امانت ہے، اس امانت کا حق یہ ہے کہ اس کی صحیح راہ نمائی کی جائے، زندگی کے مختلف مرحلوں پر پیش آمدہ حالات سے بروقت آگاہ کیجیے، بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں تو انہیں مستقبل کے حوالے سے مناسب اور دین ودنیا کے اعتبار سے بہتر مشورہ دیجیے، ان کے مزاج ونفسیات کو دیکھتے ہوئے ان کے لیے مناسب شعبہ تجویز کیجیے، دوستوں کے انتخاب، کاروباری اسلوب، عام لوگوں کا معاشرے میں چلن، زمانے کی اونچ نیچ، ان تمام معاملات کے متعلق ایک مربی کی حیثیت سے آگاہی دیجیے، تاکہ آپ کی اولاد آپ کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اطمینان کے ساتھ شاہراہِ حیات پر گامزن رہ سکے۔

## بچوں کو دوست بنائیے

موجودہ دور میں بچوں میں نت نئی باتیں اور سوالات کرنے کا رجحان بہت زیادہ ہے، انہیں کسی چیز سے منع کیا جائے تو وہ علت جانے بغیر اس چیز کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے جبکہ حکم چلانے کی صورت میں باغیانہ جذبات پرورش پاتے ہیں، اس لیے

حکمت کا تقاضا ہے کہ انہیں اپنے قریب کیا جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی چیز کے بارے میں سوال کریں تو معقول جواب دیا جائے، وہ کوئی اچھا کام کریں، تعلیمی میدان میں کوئی معرکہ سر کریں تو تعریف اور انعام سے نوازیں، انہیں اپنے پاس بیٹھنے اور بات چیت کرنے کا موقع دیں، ان کی دل چسپیوں میں آپ بھی دل چسپی لیں، بچے کیا پڑھ رہے ہیں، اس کا جائزہ لیں مگر یہ بھی نہیں کہ ان پر نادیدہ نظر نہ رکھی جائے، بلکہ ان کی شخصیت صحیح نہج پر استوار کرنے کے لیے بچوں کی حرکات وسکنات پر نظر بھی رکھیں، غلط حرکت پر مناسب انداز میں سمجھائیں، ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ بچوں میں ہر وہ کام کرگزرنے کی تمنا ہوتی ہے جس سے منع کیا جائے، لہٰذا بچے کو محض منع کرنے کی بجائے اسے قائل کریں، آپ کی طرف سے محبت اور دلیل سے سمجھائی ہوئی بات یقیناً پائیدار ہوگی۔

## گھر میں گالی گلوچ سے اجتناب کیجیے

جس معاشرے میں اسلامی تربیت، قرآنی اخلاق اور سیرت نبی کریم ﷺ کا چلن نہیں ہوتا وہاں بچوں میں یہ عادت ناگفتہ بہ حد تک عام ہوجاتی ہے، اس کے لیے سب سے ضروری بات یہی ہے کہ مربی خود کو بچے کے لیے ایک نمونے کی حیثیت سے رکھے، اس کی زبان سے گالی کے الفاظ، فحش کلمات اور گھٹیا گفتگو ظاہر نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ بچہ لازمی طور پر انہیں الفاظ کو دہرانے کی مشق کرنے لگتا ہے جس کا انجام بُرا ہوتا ہے، نیز مربی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بچے کو بُرے ساتھیوں سے حتی الامکان محفوظ رکھے تاکہ ان کی بُری عادات اس میں سرایت نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: مسلمان کو گالی دینا فسق وفجور ہے اور اس سے جنگ وجدل کرنا کفر ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: عظیم ترین کبائر (بڑے گناہوں) میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو بُرا بھلا کہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول کس طرح کوئی والدین کو ایسا کہہ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص دوسرے کے باپ کو یا ماں کو گالی دیتا ہے اس

کے بدلے میں وہ اس کے باپ اور ماں کو گالی دیتا ہے۔ لوگ جہنم میں منہ کے بل اپنی زبان کی کمائیوں کے سبب سے ڈالے جائیں گے۔ مومن نہ طعنہ زن ہوتا ہے نہ لعنت گو، نہ فحش گو اور نہ حیا فروش۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہے:

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ (البقرۃ: ۸۳)

"لوگوں سے عمدہ بات کہا کرو۔"

﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ (النساء: ۱۴۸)

"اللہ تعالیٰ بری بات پکار کر کہنے کو پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم ہوا ہو (وہ ظلم کو واشگاف انداز میں کہہ سکتا ہے)۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

"اور اللہ کے سوا جن معبودوں کو یہ پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو کہ یہ بھی نادانی سے بڑھ کر اللہ کو برا کہہ بیٹھیں گے۔" (الانعام: ۱۰۸)

آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بار کچھ یہود آئے اور السلام علیکم کی بجائے السام علیکم (تم پر موت آئے) کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا: "تم کو موت آئے اور اللہ کی لعنت اور غضب تم پر اترے" آپ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ نرمی برتو سختی اور بدگوئی سے پرہیز کرو۔"

اور جیسے آج کل بچے اور بڑے بغیر سوچے سمجھے اپنی زبان سے فوراً گالی اور فحش کلمات کہہ دیتے ہیں تو یہ قرآن وسنت کے مخالف امور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے اور سچ بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## گھر میں روشنی کا اہتمام کریں

روشنی بچوں کی صحت کے لیے بہت ضروری چیز ہے، دیہات کی کھلی فضائیں جہاں ہوا دار

روشنی قدرتی اور صاف شکل میں موجود رہتی ہے، باشندگان دیہات کی عمدہ صحت کا بہترین ذریعہ ہیں، جو اہل شہر کو گنجان آبادیوں اور صاف ستھری ہواؤں اور قدرتی روشنی سے محرومی کے سبب حاصل نہیں، اس لیے مکانات میں دھوپ کی گزرگاہ رکھنی چاہیے، بستر اور دیگر سامان دھوپ میں سکھا لینا چاہیے، عدم روشنی کے سبب گھر میں نمی اور نمی سے جراثیم پیدا ہوتے ہیں، اس لیے چونا چھڑک کر یا لوبان سلگا کر انہیں ختم کر دینا چاہیے، روشنی کے کچھ تو قدرتی ذرائع ہیں، جیسے سورج، چاند اور ستارے، اور کچھ مصنوعی ہیں جیسے چراغ اور بجلی وغیرہ، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا تذکرہ اپنی خصوصی نعمت کے طور پر کیا ہے جو اس نے عام انسانوں کو عطا کی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ﴾ (یونس:۵)

"وہی ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ اس سے سالوں اور تاریخوں کے حساب جان لو۔"

## گھر کے ماحول کو پرسکون رکھیں

مربی کی ذمہ داری ہے کہ گھر کے ماحول کو خوش گوار اور پاکیزہ اور کشمکش سے دور رکھے، لطف ومحبت اور اطمینان سے گھر کی فضا معمور ہو تو قدرتی طور پر بچے کے نازک دل ودماغ اور بدن پر اس کا عکس جمیل اترے گا، اس کی ننھی شخصیت نفسیاتی امراض، پیچیدگیوں، کینے اور قلق کے زہریلے اور دائمی اثرات سے محفوظ رہے گی، رسول اللہ ﷺ اس چیز کو بڑی اہمیت دیتے تھے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ (الاعراف:۱۸۹)

"وہ معبود برحق ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس نے اس کی بیوی

بنائی تا کہ وہ بیوی کے ساتھ تسلی پائے۔"

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ (الروم:۲۱)

"اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے ساتھ انس (سکون) حاصل کرو اور اس نے تم میں پیار اور رحم پیدا کیا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک زوجہ محترمہ کے ہاں تشریف فرما تھے کہ امہات المومنین میں سے کسی (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے برتن میں خادمہ کے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا ارسال کیا، جب خادمہ پہنچی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں اور خادمہ کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر وہ برتن زمین پر گرا دیا اور برتن ٹوٹ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر گرا ہوا کھانا اٹھا کر برتن میں ڈالا اور فرمایا: "مومنوں کی ماں غیرت میں آگئی ہیں" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خادمہ کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک نیا برتن منگوا کر خادمہ کو نہ دے دیا، اور فرمایا: برتن کے بدلے میں صحیح سلامت برتن دینا ہوگا، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسرا برتن لے کر سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھجوا دیا، دیکھیے کس طرح سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل آزاری کیے بغیر سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی ناراضی سے بچا لیا اور گھر کے ماحول میں بھی کوئی بدمزگی پیدا نہیں ہونے دی، یہ اسوۂ کریمہ اپنا لیا جائے تو ازدواجی مشکلات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بعض گھریلو امور میں شکایات پیدا ہوئیں تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تشریف لے گئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی پیچھے ہو لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ناراض ہو گئے تو دنیا اور آخرت سب خراب ہو جائے گی اور جا کر دروازے سے لگ گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے باپ سے اپنے غم کا تذکرہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے انتہا محبت تھی، ان کی تکلیف سے آپ بے چین ہو جاتے تھے لیکن آپ نے انہیں سمجھایا کہ بیٹی اسی طرح کے واقعات ہر گھر میں ہو جاتے ہیں ان سے درگزر

کر لینا چاہیے، کون شوہر ہے جو بیوی کی ہر بات پر خاموش رہے، اور میں نے جس نوجوان سے تمہاری شادی کی ہے وہ قریش کے نوجوانوں میں بہتر ہے، آپ نے انہیں گھر واپس جانے کی نصیحت فرمائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت متاثر ہوئے، اندر گئے اور کہا اب میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔ [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کی فضا خوشگوار رکھنے کے لیے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں رات گزارنے کے لیے باری مقرر فرماتے تھے، اس کے ساتھ تمام ازواج کے گھر روزانہ تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے تھے، پھر آخر میں جس بیوی کی باری ہوتی وہاں تشریف لے جاتے، تمام بیویاں تشریف لاتیں اور دیر تک انس ومحبت کا ماحول قائم رہتا پھر سب بیویاں اپنے اپنے گھر چلی جاتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاکیزہ اور عادلانہ معاشرت سے ان کے دلوں کو کینے اور کشمکش سے پاک کر دیا تھا، اگر کبھی اس طرح کے واقعات ہوجاتے تو بڑی دانش مندی سے ان کا تدارک (فیصلہ) فرمادیتے تھے۔

گھر کی یہی عادلانہ، خوش گوار اور پُرکیف فضا بچے کی ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی نشوونما اور صحت کے لیے ضروری اور سازگار ہوتی ہے، مربی کو اسے بنیادی اہمیت دینی چاہیے، ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی بیوی کی تلخ مزاجی کی شکایت لے کر گیا، اتفاق سے خلیفہ کی بیوی عاتکہ گھر میں ان سے برہمی سے کلام کر رہی تھیں، وہ شخص دروازے سے لوٹنے لگا، اتنے میں خلیفہ باہر آئے اور اس آدمی کو بلا کر غرض پوچھی، اس نے کہا جس بات کی شکایت لے کر میں آپ کے پاس آیا تھا آپ کو خود اس میں مبتلا دیکھا، اس لیے لوٹ جانا چاہا، خلیفۃ المسلمین نے کہا: بھئی یہ عورتیں تمہارے گھروں کی نگہداشت اور تمہارے بچوں کی پرورش وپرداخت کرتی ہیں اس لیے ان کی باتوں کو سکون سے انگیز کر لینا چاہیے۔ [2]

---

[1] الطبقات الکبری لابن سعد: ۸/۲۶۔

[2] المعجم الکبیر للطبرانی ۹/۳۳۸، حدیث ۹۶۸۵۔

# گھر کو ایک تربیت گاہ بنائیے

پیدائش کے بعد بچہ گھر میں پرورش پاتا ہے، یہاں اسے پیار اور محبت کی وہ انمول دولت ملتی ہے جو دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی، یہیں اسے بولنا اور چلنا، پھرنا آتا ہے، گھر کے بڑے رکن اور راہ نما والدین ہوتے ہیں، بچے کا سب سے زیادہ تعلق انہیں سے اور ان دونوں میں سے بھی ماں سے زیادہ ہوتا ہے، اس لیے گھر کو ایک تربیت گاہ بنانا انہیں کا فریضہ ہے، اس گھر کی چمن بندی ایسے سلیقے اور اصول سے کی جائے کہ اس میں نشو ونما پانے والا بچہ پوری فرحت کے ساتھ سچے مسلمان اور معیاری انسان کی منزل کی طرف رواں دواں رہے، مربی کا فریضہ ہے کہ گھر کے جملہ امور میں اسلامی مزاج اور آداب و کردار کو غالب رکھے، گھر کے چھوٹے بڑے ارکان، سنت و شریعت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ (التحریم:٦)

"اے مسلمانو! اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں"

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((والرجل راع فی أهله ومسئول عن رعیته والمرأة راعیة فی بیت زوجها ومسئولة عن رعیتها)). (بخاری:۸۹۳)

"اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

علموهم وأدبوهم.

"اپنے اہل وعیال کو اچھی تعلیم دو اور ادب سکھاؤ۔"

گھر کے جملہ افراد کا اسلامی مزاج وکردار اور آداب سنت وشریعت کا حامل ہونا وہ صحت بخش آب وہوا ہے جو والدین کی فطری محبت کے چمن زار میں ان انمول پھولوں کو شادابی اور نشوونما بخشتی ہے۔

## گھر کا مربی خود کو مثالی بنائے

شریعت اسلامیہ کے اس تربیتی پروگرام کے مطابق جدید نسل کو ڈھالنے کے لیے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مثالی شخصیات کا پیش نظر رہنا ضروری ہے، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ مربی خود بھی انہیں صفات کا آئینہ دار ہو جو شریعت کو مطلوب ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں پائی جاتی ہیں، اگر مربی کی زندگی اس معیار سے اتری ہوئی ہے، جو شریعت کا مطلوب ہے تو وہ ہرگز اپنی اولاد کو اس مقام پر نہیں دیکھ سکتا جہاں وہ اسے دیکھنا چاہتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝﴾ (الصف: ۲، ۳)

"اے ایمان والو! کیوں ایسی بات کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے، یہ بات کہ تم لوگ جو کچھ کہو اس پر عمل نہ کرو اللہ کے نزدیک بڑے غضب کی بات ہے۔"

اس سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ مربی اپنی اولاد کو جن باتوں کی ہدایات دینا چاہتا ہے، عملی طور پر وہ خود بھی ان ہدایات کا حسین نمونہ ہو۔

# چوتھا باب

## گھروں میں داخل ہونے
## کے
## اسلامی آداب

ادب نمبر ①

## استیذان کا مسنون طریقہ اپنایئے

سورۃ نور آیت نمبر ستائیس میں ہے کہ ﴿حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا﴾ یعنی کسی کے گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک دو کام نہ کرلو اوّل استیناس اس کے لفظی معنی طلبِ انس کے ہیں، مراد اس سے جمہور مفسرین کے نزدیک استیذان یعنی اجازت طلب کرنا ہے۔

استیذان کو بلفظ استیناس ذکر کرنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ داخل ہونے سے پہلے اجازت حاصل کرنے سے مخاطب مانوس ہوتا ہے اس کو وحشت نہیں ہوتی۔

دوسرا کام یہ ہے کہ گھر والوں کو سلام کرو اس کا مفہوم بعض مفسرین نے تو یہ لیا ہے کہ پہلے اجازت حاصل کرو اور جب گھر میں جاؤ تو سلام کرو۔ تفسیر قرطبی نے اسی کو اختیار کیا ہے پہلے اجازت طلب کی جائے جب اجازت مل جائے اور گھر میں جائیں تو سلام کریں۔ اسی کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مقتضی قرار دیا ہے اور ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اجازت لینے سے پہلے گھر کے کسی آدمی پر نظر پڑ جائے تو پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے ورنہ پہلے اجازت لے اور جب گھر میں جائے تو سلام کرے۔

مگر عام روایاتِ حدیث سے جو طریقہ مسنونہ معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ پہلے باہر سے سلام کرے السلام علیکم اس کے بعد اپنا نام لے کر کہے کہ فلاں شخص ملنا چاہتا ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں مکانات چھوٹے تھے باہر سے سلام کی آواز پہنچ جاتی تھی۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے دور میں مسلمانوں کے مکانات اتنے

بڑے ہو گئے کہ سلام کی آواز اندر پہنچانا مشکل تھا، دستک بالسید اور بغیر گھنٹی کے آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص سلام سے پہلے اجازت طلب کرے اس کو اجازت نہ دو (کیونکہ اس نے مسنون طریقہ کو چھوڑ دیا)۔ ❶

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ بنی عامر کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح استیذان کیا کہ باہر سے کہا کہ (أألج) کیا میں اندر آ جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا کہ یہ شخص استیذان کا طریقہ نہیں جانتا باہر جا کر اس کو طریقہ سکھاؤ کہ یوں کہے السلام علیکم (أأدخل) یعنی میں داخل ہو سکتا ہوں؟ ابھی یہ خادم باہر نہیں گیا تھا کہ اس نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات مبارکہ سن لیے اور اس طرح کہا السلام علیکم (أأدخل) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ ❷

اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لاتاذنوالمن لم یبدأ بالسلام)) یعنی جو شخص پہلے سلام نہ کرے اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دو۔ ❸

اس واقعہ میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اصلاحیں فرمائیں ایک یہ کہ پہلے سلام کرنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ اس نے (أأدخل) کے بجائے (أألج) کا لفظ استعمال کیا تھا یہ نامناسب تھا کیونکہ (الج ولوج) سے مشتق ہے جس کے معنی تنگ جگہ میں گھسنے کے ہیں یہ الفاظ تہذیب کے خلاف ہیں۔ بہر حال ان روایات سے معلوم ہوا کہ آیت قرآن میں جو سلام کرنے کا ارشاد ہے یہ سلام استیذان ہے جو اجازت حاصل کرنے کے لیے باہر سے کیا جاتا ہے تاکہ اندر جو شخص ہے وہ متوجہ ہو جائے اور جو الفاظ اجازت طلب کرنے کے لیے کہے گا وہ سن لے گھر میں داخل ہونے کے وقت حسب معمول دوبارہ سلام کرے۔

---

❶ روح المعانی۔ ❷ ابن کثیر۔ ❸ مظہری۔

# گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لیجیے اور مسئلہ استیذان کی تفصیل

معاشرت میں شریعت کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ استیذان (اجازت لینے) کا حکم دیا ہے کہ بغیر اجازت کے کسی کے مکان کے اندر قدم نہ رکھو۔ ❶

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ دو موقع ہوتے ہیں ایک وہ موقع کہ قرائن (اور اندازہ) سے معلوم ہو کہ وہاں آنے کی اجازت ہے، ایسی جگہ تو بلا اجازت جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اور ایک وہ موقع ہے کہ کوئی آرام کے لیے بیٹھا ہو، وہاں کسی کو آنے کی اجازت نہ ہو (اور اجازت نہ ہونا اس طرح معلوم ہوگا کہ) یا تو کسی کو بٹھلا دیا ہو یا کواڑ بند ہوں، یا پردے پڑے ہوں، اس وقت یہ بے تمیزی ہے کہ اندر گھس جائے، پہلے اطلاع کرنا اور اجازت لینا چاہیے۔

استیذان کا (یہ طریقہ) شریعت ہی نے سکھایا ہے۔ قرآن کے اندر کھلا حکم ہے، اور فرمایا کہ

﴿وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا﴾ (النور:۲۸)

"یعنی اگر تم سے کہہ دیا جائے کہ اس وقت واپس جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔" ❷

## استیذان کی حقیقت اور اس میں عام کوتاہی

معاشرت کے بعض اجزاء کے متعلق تو بعض لوگوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ یہ شریعت کا حکم ہے بھی یا نہیں، بلکہ اکثر لوگ اس کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، جیسے استیذان کا مسئلہ

---

❶ التبلیغ ص ۱۷۵۔ ❷ حقوق و فرائض ص ۳۲۴۔

اس کو بہت سے لوگ نئی بات سمجھتے ہیں، اور اگر کوئی شخص یہ قانون مقرر کر دے کہ جب کوئی ملنے آئے تو پہلے اطلاع کر دے تو اس کو بدنام کرتے ہیں کہ اس نے انگریزوں کا طریقہ اختیار کر لیا، حالانکہ استیذان کا مسئلہ اسلام ہی سے سب نے سیکھا ہے، چنانچہ یہ حکم قرآن میں موجود ہے، حدیث میں موجود ہے، اور سلف کا طرزِ عمل بھی یہی تھا، حضور ﷺ نے خود اس پر عمل کر کے دکھلایا۔

اسلام میں استیذان (اجازت لینے کے لئے) کارڈ بھیجنے کی ضرورت نہیں، اور نہ ہر جگہ مکان کے لیے اجازت مانگنے کی ضرورت ہے، بلکہ جب قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص خلوت (تنہائی) میں بیٹھا ہے مثلاً دروازہ بند کر رکھا ہے، یا پردے پڑے ہوئے ہیں، یا زنانہ مکان ہے تو اس وقت استیذان (اجازت لینے) کی ضرورت ہے، اور اگر مردانہ مکان ہے اور دروازہ بند نہیں اور نہ پردے پڑے ہوئے ہیں تو بلا استیذان (اجازت لیے بغیر) اندر جانا جائز ہے مگر یہ کہ قرائن سے معلوم ہو جائے کہ اس وقت کسی ضروری کام میں مشغول ہے جس میں دوسروں کے آنے سے خلل ہوگا (تو ایسے وقت بھی نہیں جانا چاہیے) اور جہاں استیذان کی ضرورت ہے وہاں استیذان کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے جا کر سلام کرو، "السلام علیکم" پھر اپنا نام بتلا کر کہو کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ اگر وہ اجازت دے تو چلے جاؤ ورنہ تین دفعہ اس طرح کہہ کر لوٹ آؤ۔ [1]

## اجازت لینے کا طریقہ

حدیث میں قانون مقرر کیا گیا ہے وہ یہ کہ تین دفعہ پکارو اگر کچھ جواب نہ ملے تو واپس ہو جاؤ۔

اور استیذان (اجازت لینے) کا طریقہ یہ ہے کہ اگر یہ احتمال ہو کہ سوتے ہوں گے تو اس طرح اجازت لو کہ اگر جاگتا ہو تو سن لے اور اگر سوتا ہو تو آنکھ نہ کھلے، اور اس کی دلیل حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ [2]

[1] تفصیل الدین ملحقہ دین و دنیا: ۱۶۵۔ [2] کف الاذی: ۳۲۴۔

صحیح مسلم میں حضرت مقداد سے ایک طویل قصہ میں مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے مہمان تھے اور آپ ہی کے یہاں مقیم تھے عشاء کے بعد اگر ہم لیٹ جاتے اور حضور اقدس ﷺ تشریف لاتے تو چونکہ مہمانوں کے سونے اور جاگنے دونوں کا احتمال ہوتا تھا اس لیے سلام تو کرتے تھے کہ شاید جاگ رہے ہوں، اور ایسا آہستہ سلام کرتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھلے۔ ❶

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ اگر استیذان (اجازت لینے) میں سلام کرے تو اس طرح کرنا چاہیے کہ دوسرے شخص کو تکلیف نہ ہو۔ ❷

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل

حضور ﷺ نے اپنے عمل سے بھی اس حکم کو ظاہر فرمایا ہے، چنانچہ ایک بار حضور ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور تین دفعہ فرمایا "السلام علیکم" (أأدخل؟) "اندر آجاؤں؟" حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تینوں دفعہ اس خیال سے خاموش رہے کہ اچھا ہے حضور ﷺ بار بار سلام فرمائیں تو ہم کو حضور ﷺ کی دعا کی برکت زیادہ نصیب ہو، جب تیسری دفعہ کے بعد آپ ﷺ نے سلام نہ کیا تو وہ گھر سے نکل کر دوڑے اور دیکھا کہ نبی کریم ﷺ واپس تشریف لیے جارہے ہیں، جا کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں تو مزید برکت حاصل کرنے کے لیے خاموش ہو رہا تھا آپ واپس کیوں چلے گئے۔ فرمایا کہ مجھ کو یہی حکم ہے کہ تین دفعہ سے زیادہ استیذان نہ کروں، غرض پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔

اگر آج کوئی ایسا قانون مقرر کردے کہ اجازت لے کر آؤ اور تین دفعہ میں جواب نہ ملے تو واپس ہو جاؤ تو لوگ اس کو فرعون اور مغرور سمجھیں گے، مگر حضور ﷺ کا اور حضرات سلف کا یہی طریقہ تھا اور تین دفعہ اجازت مانگنے پر اجازت نہ ملے تو وہ بخوشی

---

❶ آداب معاشرت: ۵۶۔ ❷ کف الاذیٰ: ۳۲۵۔

واپس ہو جاتے تھے، بالکل گرانی نہ ہوتی تھی، دیکھئے یہ صورت کیسی آسان ہے اور اس میں کس قدر مصلحتیں ہیں، مگر افسوس ہم لوگ اس کی قدر نہیں کرتے ہماری شریعت ہر طرح سے مکمل ہے۔ ❶

## اجازت لینے کے بارے میں حضورؐ کا عملی نمونہ

ایک بار رسول اللہ ﷺ ایک صحابی کے یہاں مدینہ سے قبا تشریف لے گئے جو دو تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضور ﷺ نے ان کے مکان پر پہنچ کر تین دفعہ "السلام علیکم" (أأدخل) فرمایا یعنی کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ یہ صحابی ہر دفعہ سلام کا جواب آہستہ سے دیتے رہے زور سے جواب نہ دیا تاکہ حضور ﷺ بار بار سلام فرمائیں اور آپ کی دعا سے برکت حاصل ہو، (کیونکہ سلام ایک دعا ہی ہے) تین بار سلام کرنے کے بعد بھی جب اندر سے اجازت کا جواب نہ آیا تو حضور ﷺ واپس چلے، اور کسی قسم کا ملال وغیرہ کچھ ظاہر نہ کیا۔ یہ ہے مساوات کہ رسول بھی قانون پر عمل کرنے میں اپنے آپ کو سب کا مساوی (برابر) سمجھتے ہیں۔ تفصیلی قصہ کتب حدیث میں مذکور ہے۔ ❷

بعض لوگ گھر پر آکر تقاضے پر تقاضا اور آوازیں دینا شروع کر دیتے ہیں یہ بھی تکلیف دینا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ﴾

"بے شک جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں۔" (الحجرات: ۴) ❸

## میں، میں کہنے کی ممانعت

اجازت طلب کرنے کے اندر سب سے برا طریقہ یہ ہے جس کے بعض حضرات

---

❶ دین و دنیا وعظ تفصیل الدین: ۱۶۶۔ ❷ التبلیغ: ۱۷۶:۶ ❸ حقوق و فرائض: ۴۹۱۔

عادی ہوتے ہیں، باہر سے اندر جانے کے لیے اجازت طلب کی یا کنڈی بجائی مخاطب اندر سے معلوم کرتا ہے کہ کون صاحب ہیں تو اپنا پورا نام ظاہر کرنے کی بجائے جواب میں "میں ہوں" یا خاموش کھڑے رہتے ہیں، کوئی جواب نہیں دیتے، صاحب خانہ جس نے اصل آواز نہیں پہچانی وہ بھلا لفظ "میں" سے کیا خاک پہچانے گا، بلکہ یہ مخاطب کو تشویش میں ڈالنے کا ایک طریقہ ہے، اس سے اجازت کی مصلحتیں فوت ہو جاتی ہیں، حدیث شریف میں بھی اس لفظ "میں میں" کو پسند نہیں کیا گیا ہے۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں علی بن عاصم کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ وہ نصریٰ شہر گئے، تو حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، اور دروازہ پر دستک دی حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اندر سے معلوم کیا کون صاحب ہیں جواب دیا (أنا) "میں ہوں" تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کا نام (أنا) "میں" ہو، پھر آپ باہر تشریف لائے اور ان کو ایک حدیث سنائی کہ ایک مرتبہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، اپنے والد مرحوم کے قرضہ کی ادائیگی کے سلسلہ کی فکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اجازت لینے کے لیے دروازہ پر دستک دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر سے معلوم کیا کون صاحب ہیں، تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بھی (أنا) سے جواب دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور زجر و تنبیہ کے فرمایا (أنا۔ أنا) آپ نے اس کہنے کو پسند نہیں فرمایا کیونکہ میں کہنے سے یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون ہے جب تک اپنا پورا نام یا عرفیت نہ بتائی جائے۔

## صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور تین دفعہ اسی طرح (سلام کر کے) واپس ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خادم سے فرمایا کہ میں نے ابو موسیٰ کی آواز سنی تھی ان کو بلالاؤ، اس نے باہر آ کر دیکھا تو وہ واپس ہو چکے تھے، آ کر عرض کیا تو فرمایا جہاں ہوں وہیں سے بلالاؤ، جب وہ واپس تشریف لائے تو پوچھا کہ آپ

واپس کیوں ہوگئے تھے؟ فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے یہی حکم فرمایا ہے کہ تین دفعہ سلام واستیذان کے بعد جواب نہ آئے تو واپس ہو جاؤ۔ [1]

## اجازت لے کر داخل ہونے کے مصالح وفوائد

استیذان (آنے کی اجازت چاہنا) یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس کے اندر بھی بڑی مصلحتیں ہیں، اس مقام کو شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے ﴿هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے ملاقات صاف رہتی ہے دل میں کدورت نہیں رہتی ورنہ اگر جا کر سونے والوں کو جگایا اور استیذان (اجازت لینے میں) ان کو تکلیف ہوئی یا تقاضا کر کے جا گھسے تو دل مکدر (خراب اور گندہ) ہو جاتا ہے اور ملاقات میں صفائی باقی نہیں رہتی، ﴿هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ﴾ جو اس حکم کی حکمت بیان کرنے کے لیے آیا ہے اس کی تفسیر یہ ہے کہ ملاقات صاف رہے گی۔

اسی طرح اور احکام کو بھی اگر عمل میں لائیں تو کدورت ہو ہی نہیں سکتی، تو شریعت نے ہر حکم کو ایسا رکھا کہ اس پر عمل کرنے سے آپس میں کدورت نہیں ہو سکتی اور ہر ایک کو دوسرے سے راحت پہنچے گی جس کی وجہ سے آپس میں محبت ہوگی اور اتفاق پیدا ہوگا۔

کامل اتفاق کی تعلیم اسلام نے دی ہے اگر اس کے احکام پر سب لوگ عمل کریں تو ضرور اتفاق ہوگا اور اتفاق ہی جڑ ہے تمدن کی تو یہ تعلیم بھی ایسی خوبی کی حامل ہے کہ اس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ہوگی، اصل مقصود تو حق تعالیٰ کی رضامندی ہے لیکن اس کے نتیجہ میں جنت بھی حاصل ہوگی اور تمدن کے مصالح بھی مرتب ہوں گے۔ [2]

---

[1] تفصیل الدین: ۲۱۵۔

[2] کف الاذی: ۳۲۸

# اُنس حاصل کرنے کے فائدے

آیت قرآنی میں بتلایا گیا ہے،

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا﴾ (النور:۲۷)

یعنی کسی گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک دو کام نہ کرلو، اوّل استیناس (اجازت) دوسرے سلام، استیناس کے لفظی معنی انس کے ہیں جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد استیذان یعنی اجازت حاصل کرنا ہے، درحقیقت دونوں لفظوں میں ایک لطیف فرق ہے جس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، اگر ﴿حتی تستاذنوا﴾ فرمایا جاتا تو آیت مبارکہ کے معنی یہ ہوتے کہ لوگوں کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک تم اجازت نہ لے لو، اس طرز تعبیر کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے ﴿حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا﴾ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، اجازت کو عربی زبان میں "اِذن" کہتے ہیں جس سے اجازت لینے کے معنی میں استیذان بنتا ہے اور استیناس (اجازت طلب کرنا) جس سے (تستانسوا) کا لفظ لیا گیا ہے، جس کا مادہ انس ہے جو کہ اُردو زبان میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے، (تستانسوا) اگرچہ اجازت لینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، مگر یہ معنی اس کے حقیقی اور خاص اسی لفظ کے نہیں ہیں، بلکہ اس کے معنی تو انس چاہنا، انس معلوم کرنا، اپنے سے مانوس کرنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے استیذان کی جگہ استیناس استعمال فرمایا ہے اور بجائے (تستاذنوا) کے (تستانسوا) کے لفظ کو اختیار فرمایا ہے حالانکہ اس معنی کے لیے بظاہر پہلا لفظ زیادہ موزوں تھا، مگر ایسا اس لیے کیا گیا کہ استیناس زیادہ فوائد پر مشتمل ہے۔

استیناس "انس" سے مشتق ہے جس کا مقصد انس حاصل کرنا ہے، اور وحشت دور کرنا، طالب اجازت عام طور پر اجازت سے قبل وحشت میں مبتلا ہوتا ہے کہ اجازت ملتی ہے، یا نہیں، حصول اجازت اس کی وحشت کے ازالہ کا موجب ہے اس لیے یہ لفظ (تستانسوا) استعمال کیا گیا ہے۔

ہماری زبان میں وحشی ان جانوروں کے لیے استعمال ہوتا ہے جوانسان سے مانوس نہیں ہوتے، اور آدمیوں سے گھبراتے ہیں، جو جانور لوگوں سے گھبراتے نہیں ہیں، بلکہ مانوس ہوتے ہیں انہیں پالتو کہتے ہیں، تو یہ لفظ مہلت، اجازت، آرام محبت وغیرہ طلب کرنے کے لیے بھی بولا جاتا ہے، چونکہ تعلق آرام کا سبب ہے، اس لیے تعلق کا طلب کرنا، بعینہ آرام کا طلب کرنا بھی ہوسکتا ہے، ایسے ہی مہلت واجازت کے لیے بھی تعلق ضروری ہے اور بغیر تعلق کے یہ غیر ممکن ہے نیز اس لفظ کے اختیار کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقصود توحش کا دفع کرنا ہے اور اپنی آمد کی اطلاع دینا ہے، جس طرح بھی حاصل ہوجائے۔ ❶

---
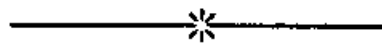
ادب نمبر ②

## عورتیں بھی اجازت لے کر داخل ہوں

ارشاد باری تعالیٰ میں ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ سے خطاب کیا گیا ہے، جو مردوں کے لیے استعمال ہوتا ہے قرآن کریم میں اکثر احکام مردوں کو مخاطب کر کے نازل ہوئے ہیں، یا مردوں کے حق میں ان کا نزول ہوا ہے مگر عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہیں جیسا کہ عام احکام قرآن کا انداز یہی ہے مگر عام طور پر ان تمام میں عورتیں بھی شامل ہیں، بجز مخصوص مسائل کے جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں، اسی طرح مذکورہ آیت میں عورتیں بھی ضمناً داخل ہیں۔

## صحابیات رضی اللہ عنہن کا دستور

عام طور سے جاہل تو جاہل پڑھی لکھی عورتیں بھی سمجھتی ہیں کہ عورتوں کو عورتوں سے

---

❶ المنجد، القاموس الجدید، جلالین۔

اجازت لینے کی ضرورت نہیں بغیر کسی اجازت کے گھر میں بلا روک ٹوک چلی آتی ہیں، کوئی گناہ یا کوئی برائی نہیں سمجھتیں، حالانکہ اس کی وجہ سے بعض مرتبہ کسی بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے، عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کی عورتوں کا تعامل یہ تھا کہ جب وہ کسی کے گھر جاتی تھیں تو پہلے اجازت چاہتیں پھر داخل ہوتی تھیں۔

☆...... حضرت ام یاس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم چار عورتیں اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتی تھیں اور گھر میں جانے سے پہلے ان سے اجازت طلب کرتی تھیں جب آپ اجازت دے دیتیں تو ہم اندر داخل ہوتیں۔

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چار عورتیں گئیں اور اجازت طلب کی کہ کیا ہم آسکتی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نہیں تم میں سے جو اجازت کا طریقہ جانتی ہو کہہ دو کہ وہ اجازت طلب کرے، ایک عورت نے پہلے سلام کیا پھر اجازت چاہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ﴾ (النور: ۲۷)

تو آیت کے عموم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کے عمل سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر جانے سے پہلے استیذان کا حکم عام ہے، مرد، عورت، محرم وغیر محرم سب کو شامل ہے، مثلاً عورت کسی کے گھر جائے، یا مرد کسی کے مکان میں جائے سب کے لیے اجازت طلب کرنا واجب ہے، اسی طرح اگر مرد اپنی ماں، بہن یا کسی دوسری محرم عورت کے یہاں جائے، تو بھی اجازت حاصل کر کے جانا چاہیے۔

## ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ حکم

اب ہر ایک کے لیے احکام سُن لیے جائیں، اور اپنے اور غیر کے گھر کا اندازہ کر لیا جائے۔

((یستاذن الرجل علی ابیه واخیه واخته))۔ (الادب المفرد)

آدمی کو اپنے باپ، بھائی اور بہن سے اجازت لینا چاہیے، تو اس سے معلوم ہوا کہ بھائی و بہن اور والد کا مکان اس طرح اپنا مکان نہیں سمجھا جاتا کہ وہاں اجازت کی ضرورت نہ ہو۔

## خاص لوگوں کے لیے طلب اجازت

جس طرح ایک شخص کو اپنے باپ، بھائی اور بہن کے گھر میں آنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت ہے، اسی طرح جب لوگ اپنی اولاد اور چھوٹوں کے یہاں آئیں تو ان کو بھی ان کے گھروں میں آنے کے لیے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مقصد دونوں جگہ خبر دینا اور پھر حاضر ہونا ہے۔

جس بنیاد پر باپ سے بیٹے کو اجازت لینا پڑتی ہے اسی بنیاد پر باپ کو بھی اپنے چھوٹوں سے اجازت حاصل کرنا چاہیے۔

اب رشتہ داروں کی فہرست میں سے اولاد، باپ، بھائی، بہن، نکال دینے کے بعد صرف ماں اور بیوی باقی رہ گئیں ہیں، جن کا تذکرہ تفصیل سے احادیث میں آیا ہے۔

## بار بار سوال کرنا

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں مرسلاً روایت ہے:

((عن عطاء بن يسار ان رجلا سال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال استاذن على امى، فقال نعم فقال الرجل انى معها فى البيت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم استاذن اتحب ان تراها عريانية قال لا قال فاستاذن عليها)). (الحديث)

"حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، کیا مجھ کو اپنی ماں سے اجازت لینی چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک! پھر اس نے سوال کیا کہ میں تو ان کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں، ارشاد فرمایا: اجازت ان سے بھی لیا کرو، اس شخص نے مزید کہا کہ میں تو ان کا خادم ہوں، (بار بار اس لیے سوال کیا تھا کہ شاید کوئی چھٹکارے کا پہلو مل جائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجازت لیا کرو کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم اپنی ماں

کو برہنہ دیکھو، اس نے کہا نہیں ارشاد فرمایا اس لیے اجازت لے کر ان کے پاس جایا کرو (کہ آدمی تنہائی میں مخلی بالطبع ہوتا ہے)۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی ماؤں اور بہنوں کے پاس جانے کے لیے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عطا رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، میری بہن میرے زیر پرورش ایک ہی مکان میں میرے ساتھ مقیم ہیں، کیا ایسی صورت میں بھی مجھے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت لینی ضروری ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جی ہاں، حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے دوبارہ سوال کیا مگر پھر بھی وہی جواب ملا، تیسری مرتبہ سوال پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم ان کو برہنہ دیکھنا پسند کرتے ہو، حضرت عطاء نے انکار کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اسی لیے تو اجازت لینا ضروری ہے (کہ پتہ نہیں کس حالت میں ہو)۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا، کیا ماں کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے بھی اجازت طلب کرنا ضروری ہے، فرمایا: ہاں، اگر اجازت نہ مانگے گا تو ہوسکتا ہے کہ ان کو ایسے حال میں دیکھے جو ماں کو ناگوار ہو، اور یہ ماں کو تکلیف پہنچانا ہے، اور یہ مسلّم ہے کہ کسی مسلمان کو اذیت دینا درست نہیں۔

مندرجہ بالا احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ جس مکان میں ماں اور بہن ساتھ مقیم ہوں تو وہ مکان بھی اسی حکم میں آتا ہے، اس لیے وہاں بھی اجازت لینا ضروری ہوگا۔

## اپنے گھر کی تعریف

اب تمام اعزہ کی فہرست میں سے صرف بیوی کا حکم باقی رہ جاتا ہے اس کے پاس بلا اجازت جانا جائز ہے اور وہ گھر جس میں انسان صرف بیوی کے ساتھ رہتا ہو وہ گھر اپنا گھر کہلائے گا، اس کے علاوہ اور گھروں کے لیے اجازت لینا ضروری ہے اگر بیوی

والے گھر میں کوئی بھی مقیم ہو یا کوئی مہمان آیا ہوا ہو تو مکان اس کی طرف منسوب ہو جائے گا چاہے وہ مکان اسی کا کیوں نہ ہو، تو اپنا گھر بھی اس وقت اجازت سے بری نہ ہوگا، وہاں پر بھی بغیر اجازت داخل ہونا ممنوع ہوگا، تو اپنے مکان سے وہ مکان مراد ہے جس میں آدمی تنہا خود ہو، یا صرف بیوی کے ساتھ رہتا ہو، خواہ وہ مکان اپنی ملک میں ہو یا کرایہ کا ہو یا یوں ہی عاریۃً ہو، اگر کرایہ کا یا مانگے کا مکان ہے تب بھی وہ مکان رہنے والے کا ہی کہلائے گا اصل مالک کو بغیر اجازت کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

## اپنے گھر میں آنے کا مسنون طریقہ

جس گھر میں صرف اپنی بیوی رہتی ہو، اس میں داخل ہونے کے لیے اگرچہ اجازت واجب نہیں ہے مگر مستحب اور سنت طریقہ یہ ہے کہ وہاں پر بھی اچانک بغیر کسی اطلاع کے اندر نہ جائے بلکہ داخل ہونے سے قبل اپنے پاؤں کی آہٹ سے یا کھنکار سے یا کسی اور طریقہ سے پہلے باخبر کردے پھر داخل ہو۔

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا بیوی کے پاس بھی بغیر اجازت نہ جایا جائے، فرمایا کہ وہاں اجازت کی ضرورت نہیں ہے، ابن کثیر نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا: اس سے مراد یہی ہے کہ اجازت واجب نہیں لیکن مستحب اور اولیٰ وہاں پر بھی ہے۔

اپنے گھر میں بیوی سے اجازت چاہنے کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن اطلاع ضرور ہونی چاہیے، ممکن ہے کہ وہ ایسی حالت میں ہو کہ وہ نہیں چاہتی کہ خاوند اس کو اس حالت میں دیکھے، مثلاً بعض باتیں عورتوں کو نہانے دھونے میں خاوند کے روبرو کرنے میں بری معلوم ہوتی ہیں، اور خاوند کے لیے بھی ایسی حالت میں نگاہ پڑنے پر باعث نفرت ہونے کا اندیشہ ہے۔

ان احادیث وروایات سے یہ معلوم ہوگیا کہ اجازت کے اسباب جہاں پر اور ہیں وہاں پر ایک احتمال برہنگی کا بھی ہے ہوسکتا ہے وہ شخص جس کے پاس یہ جارہا ہے اس وقت برہنہ ہو، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس کا ستر دیکھنا جائز نہیں وہاں پر اجازت کی

ضرورت ہے، اور جس کا ستر دیکھنا جائز ہے وہاں پر اجازت کی ضرورت نہیں، اور وہ مکان جس میں صرف بیوی رہتی ہو اور غیر کے آنے کا امکان نہ ہو تو اس کو اجازت کی ضرورت نہیں اور اگر آنے کا امکان قوی ہو تو طلب اجازت وہاں پر بھی ضروری ہے۔

یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ بیوی کا ستر دیکھنا جائز تو ہے لیکن نامناسب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ہم نے زندگی بھر ایک دوسرے کا ستر نہیں دیکھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب میرے پاس گھر میں آتے تھے، تو کھنکار کے آتے تھے، اور کبھی بلند آواز سے دروازے کے باہر سے باتیں کرنے لگتے تھے، تا کہ گھر والوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے صراحت کی ہے کہ اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت کھنکارنا یا پاؤں کی آواز پیدا کرنا مستحب ہے۔ [1]

حضرت مجاہد نے عام مفسرین کے برخلاف (تستانس) کے یہ معنی بھی کئے ہیں، کہ کھنکارنا، تہذیب کے ساتھ تھوکنا، دروازہ کی کنڈی ہلکے سے بجانا، اور نرمی کے ساتھ بات کرنا، پاؤں کی آہٹ پیدا کرنا، یا کوئی ایسا مناسب ذریعہ استعمال کرنا جس سے صاحب خانہ کو اطلاع ہو جائے یہ سب "استیناس" کے ذیل میں آتے ہیں۔

حضرت مجاہد کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

((اخرج ابن حاتم عن ابی سورۃ ابن اخی ابی ایوب قال قلت یا رسول اللہ هذا سلام فما الاستیناس. قال یتکلم الرجل بتسبیحۃ وتکبیرۃ، وتحمیدۃ. ویتنحنح فیوذن اهل البیت الحدیث)). [2]

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن استیناس کا طریقہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ، یا الحمد للہ یا اللہ اکبر بلند آواز سے کہہ دینا، یا کھنکارنا کہ جس سے گھر والے سمجھ جائیں کہ کوئی اندر آ رہا ہے۔"

---

[1] ابن جریر، وابن کثیر۔ [2] تفسیر ابن کثیر۔

## رات میں طلبِ اجازت کا مسنون طریقہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اگر کسی کے یہاں ملاقات کرنے کے لیے رات میں تشریف لے جاتے تو ایسی آواز سے سلام کرتے کہ جاگنے والا سن لیتا اور سونے والا نہیں جاگتا، ہاں اگر کوئی شدید ضرورت ہو تو وہ الگ ہے۔

## صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سوال

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ... الخ﴾ (البقرہ:۱۹۸)

**شانِ نزول:** روایت ہے کہ جب استیذان کی آیت نازل ہوئی جس میں بغیر اجازت کے کسی مکان میں داخل ہونے کی ممانعت ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس ممانعت کے بعد قریش کے تجارت پیشہ لوگ کیا کریں گے، کیونکہ وہ مدینہ سے ملک شام تک ان کے تجارتی سفر ہوتے رہتے ہیں، اور راستہ میں جا بجا مسافر خانے بنے ہوتے ہیں، جن میں دوران سفر وہ لوگ قیام کرتے ہیں، ان میں کوئی مستقل رہنے والا نہیں ہوتا، اس صورت میں کس سے اجازت حاصل کریں گے اور کس کو سلام کریں گے، اس وقت یہ آیت بالا نازل ہوئی۔

## متاع کی تحقیق

آیت مذکورہ میں لفظ "متاع" استعمال کیا گیا ہے، لفظ متاع کے لغوی معنی کسی چیز کے برتنے، استعمال کرنے، اس سے فائدہ اٹھانے، اور منفعت حاصل کرنے کے ہیں، اور جس چیز سے فائدہ حاصل کیا جائے اسے متاع کہتے ہیں، اس آیت میں متاع کے لغوی معنی ہی مراد ہیں، جس کا ترجمہ لفظ برت سے کیا گیا ہے، یعنی برتنے، اور استعمال کرنے کا استحقاق ہے، یعنی جس مکان میں اہل خانہ رہتے سہتے نہ ہوں، بلکہ وہ سامان وغیرہ رکھنے کے لیے مخصوص ہو، اگر ایسے مکان میں داخل ہونے کی ضرورت ہو، خواہ سردی یا گرمی ہو،

خواہ برسات وغیرہ اور تم کو وہاں ٹھہرنا ہو، یا تجارتی لین دین کی جگہ ہو، یا مقامات تفریحات وغیرہ ہوں، تو بلا اجازت داخل ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ وہاں پر کوئی مقیم نہ ہو، جابر بن زید کا بھی یہی قول ہے، داخلہ نیک نیتی اور جذبہ صادق کے ساتھ ہو، دل ودماغ چوری، زنا، مردم آزاری اور اس طرح کے دوسرے خیالات سے پاک ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتے ہیں، جن چیزوں کو ہم چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ دلوں کے بھیدوں سے بھی پورے طور پر واقف ہیں۔

## غیر مسکونہ کا ماحصل

آیت میں جو غیر مسکونۃ کا جملہ آیا ہے، اس کے سلسلے میں ابن زید اور شعبی کا قول ہے کہ غیر مسکونہ سے مراد تاجروں کی دکانیں ان کے گودام اور سرائے مسافر خانے اور ہوٹل وغیرہ ہیں، یعنی جب تاجروں نے دوکان کھول کر داخلہ کی عمومی اجازت دے دی اور فروخت کرنے کے لیے سامان لگایا تو پھر مزید اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں، یہی حال ہوٹل اور سرائے کا ہے، اس سے مراد وہ مکانات ومقامات بھی ہو سکتے ہیں جو کسی فرد یا قوم کیلئے خصوصی طور پر رہائش گاہ نہ ہو بلکہ افراد قوم کو عام اجازت ہو، البتہ جس طبقہ کو وہاں پر جانے کی یا قیام کی اجازت نہ ہو، ان کو ان مقامات پر جانا جائز نہ ہوگا، غیر مسکونہ کے متعلق اور بھی مختلف اقوال ہیں، مگر سب کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ وہ رفاہ عامہ کی جگہ ہے اس میں مسجدیں، خانقاہیں، اور دینی مدارس ومکاتب بھی آتے ہیں، اسی طرح ہسپتال، ڈاکخانہ، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ، ایرپورٹ، قومی تفریحات کے مقامات اور پبلک کی جگہیں بھی داخل ہیں، غرض رفاہ عامہ کے سب مقامات اس غیر مسکونہ کے حکم میں آجاتے ہیں۔

یہ ساری جگہیں وہ ہیں جہاں ہر شخص بلا اجازت آجا سکتا ہے، نیز علماء اور مشائخ کے مواعظ کے لیے جو مجالس منعقد کی جاتی ہیں، وہاں بھی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، اور وہ مردانہ بیٹھکیں بھی اجازت طلبی سے مستثنیٰ ہیں، جو اسی مقصد سے بنانے والے بناتے ہیں کہ جس کا جی چاہے آکر بیٹھے، جیسے دیہات میں چوپال ہوتے ہیں۔

اجازت ایک تو صراحۃً ہوتی ہے، دوسرے ضمنی مثلاً مشائخ کے لیے اجازت صراحۃً ہوتی ہے، اور ان کے خادموں کے لیے اور امراء کے ساتھ ملازموں کے لیے اجازت ضمناً ہوتی ہے اور کبھی اجازت حکمی ہوتی ہے، جیسے کسی حاکم کا اعلان کہ فلاں وقت تک ضرورت مند آ کر ملاقات کر سکتے ہیں، یا مشائخ اپنے ملنے والوں کے لیے اوقات مقرر کر کے تختی لگا دیا کرتے ہیں، ان اوقات میں ان کے یہاں اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے یا صاحب خانہ نے کسی سے کہہ رکھا ہو کہ میں موجود ہوں یا نہ ہوں آپ میرے کمرہ میں قیام کر سکتے ہیں تو یہ بھی اجازت ہی ہے، یا صاحب خانہ دوسرے مقام پر دور ہے آپ کے آنے کی اطلاع ملنے پر وہ کہلوا دیں کہ تشریف رکھیں میں ابھی آتا ہوں تو یہ بھی اجازت مالک مکان ہی کی مانی جائے گی۔

## غیر مسکونہ مقامات پر ان باتوں کا خیال رکھیں

رفاہِ عامہ کے ان تمام مقامات کے لیے جن کا تذکرہ گزرا، اگر اس کے ذمہ داروں، متولیوں، اور حکومت کی طرف سے وہاں داخلہ کے لیے کچھ شرائط یا پابندیاں ہوں تو اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے مثلاً پارک یا دوسرے مقامات پر اوقات مقرر ہوں اور وہاں پھول وغیرہ توڑنے کی ممانعت ہو، یا اسی طرح دیگر ممنوع چیزوں کے استعمال سے روکا گیا ہو یا ریلوے اسٹیشن کے لیے بغیر پلیٹ فارم ٹکٹ لے جانے کی اجازت نہیں ہے تو پلیٹ فارم ٹکٹ حاصل کرنا ضروری ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں ہے، ایرپورٹ کے جس حصہ میں حکومت کی طرف سے جانے پر پابندی ہو وہاں بغیر اجازت جانا شرعاً جائز نہیں ہوگا، ریلوے اسٹیشن، ایرپورٹ اور ہسپتالوں کے وہ دفاتر اور مخصوص کمرے جو مریض یا دوسرے لوگوں کی رہائش گاہ ہیں وہ غیر مسکونہ کے حکم میں داخل نہیں ہیں، بلکہ مسکونہ کے حکم میں ہیں، ان میں بغیر اجازت جانا جائز نہ ہوگا، اسی طرح مساجد، مدارس، مکاتب، خانقاہوں، ڈاکخانوں وغیرہ میں جو کمرے وہاں کے منتظمین کے یا دوسرے لوگوں کی رہائش کے لیے مخصوص ہوں، مثلاً مساجد میں امام، مؤذن کی رہائش گاہیں یا خانقاہوں میں منتظمین اور خادموں کے کمرے، اسی طرح مدارس میں مدرسین کے کمرے، یہ سب غیر مسکونہ میں داخل

نہیں ہیں، ان کے کمروں میں بغیر اجازت کے داخلہ جائز نہیں ہے۔

اب سوال ہے کہ ان مقامات میں سلام کریں یا نہ کریں، اور کریں تو کس کو کریں اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش نظر رکھنا مناسب ہوگا، آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا، اجازت کے سلسلہ میں فرمایا کہ ان مقامات میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے، باقی سلام کی بھی ضرورت ہے یا نہیں؟ بظاہر تو نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ آیت میں ﴿تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ فرمایا گیا ہے کہ گھر والوں کو سلام کرو، جب ان گھروں یا ان جگہوں میں کوئی نہ رہا تو سلام کیسا اور کس کو؟

لیکن یہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

((عن نافع ان عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال اذا دخل البيت غير المسكون فليقل السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين)).

"حضرت نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کوئی خالی مکان میں داخل ہو تو وہ کہے، ((السلام علينا و على عباد الله الصالحين))۔"

یہ دعاء سلامتی اپنے لیے اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کے لیے ہوگی اگر کوئی قاصد کے ذریعہ بلایا گیا ہے تو اس کو مزید اجازت کی ضرورت نہیں۔

حدیث شریف ہے:

((اذا دعي احدكم فجاء مع الرسول فان ذالك اذن)).

یعنی جس شخص کو بلایا جائے اور قاصد کے ساتھ ہی آجائے یہی اس کے لیے اجازت ہے، اگر خدانخواستہ اچانک کہیں کوئی حادثہ پیش آجائے مثلاً آگ لگ جائے یا مکان گر جائے، یا چور، ڈاکو چڑھ آئیں، یا اژدھا، سانپ نکل آئے یا اس قسم کا اور کوئی واقعہ پیش آجائے، تو ایسے وقت میں اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہو سکتے ہیں، چونکہ اس میں حفاظت نفس ہے اور جس طرح ہر انسان کے لیے اپنی جان کی حفاظت فرض ہے اسی طرح بوقت ضرورت دوسرے کی جان بچانا بھی فرض ہو جاتا ہے، جبکہ وہ اس پر قادر ہو، یہ ایک سماجی فریضہ ہے جو ہر انسان پر عائد ہوتا ہے۔

ادب نمبر ۳

## دروازہ پر دستک دیجیے

جو لوگ اس زمانہ میں اجازت حاصل کرنے میں سنت پر عمل کرنا چاہیں تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ گھر کے دروازہ پر پہنچ کر باہر سے سلام کریں، پھر اپنا نام بتلا کر اجازت طلب کریں، آج کل اس زمانہ میں اجازت طلب کرنے میں بعض دشواریاں پیش آتی ہیں، کیونکہ جس سے اجازت حاصل کرنی ہے وہ دروازہ سے دُور ہوتا ہے، وہاں تک سلام کی آواز اور اجازت کے الفاظ پہنچنا مشکل ہوتے ہیں۔

اجازت لینے کے طریقے ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں مختلف ہو سکتے ہیں، زبان ہی کی خصوصیت نہیں، ان میں سے ایک طریقہ دروازہ پر دستک دینا ہے، روایات و احادیث سے ثابت ہے لیکن دستک ہو تو اتنی زور سے نہ ہو کہ مخاطب گھبرا اٹھے اور اس پر وحشت طاری ہو جائے، متوسط انداز سے دستک دی جائے جس سے اندر آواز تو پہنچ جائے مگر کسی ہنگامی حالت کا اظہار نہ ہو۔ چنانچہ دربارِ نبوی ﷺ کے متعلق ارشاد ہے:

((عن انس بن مالك ان ابواب النبي ﷺ تقرع بالاظافير)). (الحدیث)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دروازے ناخنوں سے کھٹکھٹائے جاتے تھے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اجازت کے لیے زبان سے کہنا شرط نہیں ہے بلکہ اور طرح بھی ہو سکتی ہے، دوسرے یہ کہ اجازت سے وحشت و تکلیف کا سدباب مقصود ہے، جو طلب اجازت کا خاص سبب ہے۔

## مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

مندرجہ بالا مسئلہ کے بارے میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی کے

یہاں گھنٹی کے ذریعہ اطلاع کرنے کا طریقہ رائج ہو،تو آنے والے پر اس کا بجانا ہی واجب ہے اور یہ استیذان کی ادائیگی کے لیے کافی ہوجائے گا،مگر سنت جب ہی ہوگا کہ گھنٹی کے بعد اپنا نام بھی ایسی آواز سے ظاہر کردے جس کو مخاطب سن لے اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ جو کسی جگہ رائج ہو اس کو اختیار کرنا بھی جائز ہے مثلاً آج کل شناختی کارڈ جو یورپ سے چلا ہے یہ رسم اگرچہ اہل یورپ نے جاری کی ہے،مگر مقصد اس سے بھی اجازت طلب کرنا اور اپنا نام بتانا ہوتا ہے کوئی شبہ نہیں کہ اس سے بھی طلب اجازت کا کام پورا ہوجاتا ہے،اجازت دینے والے کو اجازت چاہنے والے کا پورا نام اور پتہ اپنی جگہ پر بیٹھے بٹھائے،بغیر کسی تکلیف و تکلف کے معلوم ہوجاتا ہے،اس لیے اس کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

## ٹیلیفون کرنے کا اسلامی طریقہ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان وسابق مفتی دارالعلوم دیوبند نے استیذان سے متعلق چند دوسرے مسائل کا بھی ذکر فرمایا ہے،وہ تحریر کرتے ہیں کہ استیذان کے احکام شرعیہ کا اصل مقصد لوگوں کو ایذاء رسانی سے بچانا اور حسن معاشرت کے آداب سکھانا ہے،تو اس طرح کی علت سے ذیل کے احکام بھی سمجھ میں آتے ہیں۔

① کسی شخص کو ایسے وقت پر ٹیلیفون پر مخاطب کرنا جو عادتاً اس کے سونے یا دوسری ضروریات،یا نماز میں مشغول ہونے کا وقت ہے بلاضرورت شدیدہ کے جائز نہیں ہے،کیونکہ اس میں بھی ایذاء رسانی ہے جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہونے اور اس کی آزادی میں خلل ڈالنے سے ہوتی ہے۔

② جس شخص سے ٹیلیفون پر بات چیت اکثر کرنا ہو تو مناسب یہ ہے کہ اس سے دریافت کرلیا جائے کہ آپ سے ٹیلیفون پر بات کرنے میں کس وقت سہولت ہوگی،جو وقت وہ بتائے اس کی پابندی مناسب ہے۔

③ ٹیلیفون پر اگر طویل بات کرنی ہو تو مخاطب سے دریافت کرلیا جائے کہ آپ کو فرصت ہو تو اپنی بات میں عرض کروں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے پر آدمی

طبعاً مجبور ہوتا ہے کہ خود معلوم کرے کہ کون ہے، کیا کہنا چاہتا ہے اور وہ کسی بھی حال میں ہو، اپنے ضروری کام میں ہو تو اسے چھوڑ کر ٹیلیفون اٹھاتا ہے، کوئی بے رحم آدمی اس وقت اگر طویل گفتگو شروع کر دے تو تکلیف ہوتی ہے اس لیے اگر وہ اس وقت منع کر دے کہ مجھے اس وقت فرصت نہیں ہے تو گفتگو نہ کرے اور نہ ہی بُرا مانے کیونکہ ﴿وَ اِنۡ قِیۡلَ لَکُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا﴾ کے تحت آتا ہے، یعنی اگر تم سے کہا جائے کہ واپس ہو جاؤ تو واپس ہو جانا چاہیے۔

④ بعض لوگ ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے اور وہ کوئی پروا نہیں کرتے اور نہ ہی اس بات کی زحمت گوارا کرتے ہیں کہ معلوم کریں کہ کون ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے، یہ اسلامی اخلاق کے خلاف اور بات کرنے والے کی حق تلفی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے ((ان لزورك عليك حقا)) یعنی جو شخص آپ سے ملاقات کرنے آئے اس کا تم پر حق ہے، اس سے بات کرو اور بلا ضرورت شدیدہ ملاقات سے انکار نہ کرو، اسی طرح جو آدمی آپ سے ٹیلیفون پر بات کرنا چاہتا ہے اس کا حق ہے کہ آپ اس کو جواب دیں، چاہے اس سے طویل گفتگو نہ کریں، اپنا عذر بیان کر دیں اور اس کو یہ عذر قبول بھی کر لینا چاہیے۔

مقصد صرف اتنا ہے کہ جاہلانہ روش کی بندش ہو جائے، جاہلوں کی طرح لوگوں کے گھروں میں بغیر اجازت داخل ہونا، یا لوگوں کے دروازوں پر جا کر چیخنا، یا زور زور سے کواڑوں کو پیٹنا اور بار بار کنڈی بجانا یا گھنٹی دبانا، یا دروازوں پر اینٹ پتھر مارنا یہ تمام اُمور بدتہذیبی اور ناشائستگی پر دلالت کرتے ہیں اور ان امور سے صاحب خانہ کو تکلیف پہنچتی ہے، ہر انسان کو اس طرح کی حرکتوں سے بچنا ضروری ہے، زمانہ جاہلیت میں بلا اجازت و بے تکلف ایک دوسرے کے گھر میں گھس جاتے تھے، اور بسا اوقات گھر والوں پر یا ان کی عورتوں پر نادیدنی حالت میں نگاہیں پڑ جاتی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے یہ اُصول مقرر کر دیئے کہ ہر شخص کو اپنے رہنے کی جگہ تخلیہ کا حق حاصل ہے، اور کسی دوسرے شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے تخلیہ میں اس کی مرضی کے بغیر خلل انداز ہو۔

ادب نمبر ④

## گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کیجیے

گھر میں داخل ہوتے وقت مطلق سلام کرنے کا حکم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانِ میں موجود ہے:

﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۶۱﴾

"البتہ جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، دعائے خیر اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی، بڑی بابرکت اور پاکیزہ، اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے آیات بیان کرتا ہے توقع ہے کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو گے۔" (النور:۶۱)

اس سلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے مشروع قرار دیا ہے، اس کی تعریف فرمائی ہے اور اس کو مبارک بنا دیا ہے کیونکہ یہ ہر قسم کی کمی سے پاک ہے اور رحمت و برکت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو طیب اور پاکیزہ قرار دیا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پاکیزہ اور پسندیدہ کلمات میں سے ہے۔

لہٰذا کسی عام اور خاص گھر میں فرق کیے بغیر تمام گھروں میں داخل ہونے کے لیے سلام کہنا مشروع ہے، پس سب مسلمان ایک دوسرے کو سلام کہیں کیونکہ وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے، رحم کرنے اور مہربانی کرنے میں فردِ واحد کی طرح ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا:

((یا بنی اذا دخلت علی اهلك فسلم یکن برکة علیك و علی اهل بیتك)). [1]

---

[1] اخرجه الترمذی فی الادب، باب ما جاء فی التسلیم اذا دخل بیته: ۸، ۳۳۷

"بیٹا! جب تو اپنے گھر داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کہا کر، کیونکہ یہ تیرے لیے اور تیرے گھر والوں کے لیے برکت کا ذریعہ بن جائے گا۔"

## طلبِ اجازت کے ساتھ سلام کرنا

مذکورہ بالا حدیث میں دو چیزیں مذکور ہیں، طلب اجازت، اور سلام، سلام تو اس لیے کہ وہ محبت پیدا کرتا ہے اور وحشت کو دُور کرتا ہے۔

((عن النبی لا تدخلوا الجنة حتی تومنوا ولا تومنوا حتی تحابوا، الا ادلکم علی ما تحابون به قالوا بلی یا رسول الله ﷺ قال افشوا السلام بینکم))

"آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک مومن نہ ہو جاؤ، اور مومن نہیں ہو سکتے جب کہ آپس میں محبت نہ رکھو۔ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کے سبب تم باہم محبت کرنے لگو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور یا رسول ﷺ۔ ارشاد فرمایا: آپس میں سلام کو رواج دو۔"

گھر والوں کی بھی سلام کا حکم فرمایا گیا ہے، اس وقت اس گھر میں جو بھی موجود ہوں، ان پر سلام کی ایک مصلحت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ آنے والے نے اس کے مکان سے فائدہ اٹھایا ہے، اور ((هل جزاء الاحسان الا الاحسان)) احسان کا بدلہ احسان ہے، تو نفع رسانی کا ایک ایسا اصول مقرر کر دیا جس پر نادار کم حیثیت شخص ایک رئیس کے مقابلہ میں استعمال کر سکے تو مختصر اور بہتر نفع رسانی جو ہر ایک کے لیے میسر اور کار آمد ہو سکے یہ ایک دعا کی تعلیم فرمائی گئی ہے، وہ بھی نہایت جامع و مختصر، وہ ہے "السلام علیکم و رحمة الله" کہ تم پر خدا کی رحمت اور سلامتی ہو، اللہ اکبر کس قدر جامع دعا ہے اللہ تعالیٰ تم کو بُری چیزوں، آفتوں، بلاؤں، مصیبتوں اور تکلیفوں سے محفوظ و سلامت رکھے، نیز اس لیے بھی سلام ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سننے والا آواز وغیرہ کو کوئی خوفناک چیز نہ سمجھے، اس کی وحشت و گھبراہٹ میں اضافہ نہ ہو جائے، جب اپنے لیے دعاء رحمت و سلامتی سنے گا تو اطمینان

ہو جائے گا، پھر اگر کسی نا قابل اظہار کام میں لگا ہوگا تو اس کا انتظام کر کے، اجازت دے دے گا، یا اگر ملنا منظور نہ ہوگا تو انکار کر دے گا، پھر یہ کہ آنے والا بھی دعاء سلامتی سے محروم نہ رہے گا، وہ اپنی دعاء سلامتی کے جواب میں دوسری طرف سے وعلیکم سنے گا۔

## سلام پہلے یا اجازت؟

حصولِ اجازت کے لیے دو عمل ضروری قرار دیئے ہیں تو ان دونوں میں سے کس کو مقدم اور کس کو مؤخر کیا جائے،

((عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ فيمن يستاذن قبل ان يسلم قال لايوذن له حتى يبدا بالسلام)). [1]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو اجازت نہ دی جائے جو پہلے سلام نہ کرے۔"

((عن كلدة بن حنبل. قال دخلت على النبى ولم اسلم واستاذنت فقال النبى صلی اللہ علیہ وسلم ارجع فقل السلام عليكم وادخل)). [2]

"حضرت کلدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے سلام نہیں کیا اور اجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ، اور آ کر پہلے السلام علیکم کہو، پھر داخل ہو۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادب کی تعلیم کے لیے حضرت کلدہ رضی اللہ عنہ کو اجازت کا طریقہ صرف زبانی بتا دینے کے ساتھ ساتھ ان سے اس پر عمل بھی کروایا، اور ظاہر ہے جو سبق اس طرح دیا جائے تو آدمی اس کو کبھی بھی بھلا نہیں سکتا۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ قضاء حاجت سے فارغ ہو کر آ رہے تھے، لیکن دھوپ کی تاب نہ لا سکے تو قریش کی ایک جھونپڑی کے پاس پہنچ کر فرمایا، السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں، سلامتی سے آ جاؤ صاحب خانہ نے کہا آپ نے پھر یہی کہا، اس نے پھر

---

[1] الحدیث۔ [2] رواہ ابوداؤد والترمذی۔

وہی جواب دیا، آپ کے پاؤں جل رہے تھے، کبھی اس قدم پر سہارا لیتے تو کبھی اس قدم پر آپ نے فرمایا کہ یوں کہو کہ آجائیے۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ نے ان روایات سے استدلال کیا ہے کہ قرآن شریف میں جو سلام کرنے کا حکم ہے، یہ سلام استیذان ہے جو اجازت حاصل کرنے کے لیے باہر سے کیا جاتا ہے، تاکہ اندر جو شخص ہے وہ متوجہ ہوجائے اور جو الفاظ اجازت طلب کرنے کے لیے کہے جائیں، وہ صاحب خانہ سن لے اور گھر میں داخل ہونے کے لیے حسب معمول دوبارہ سلام کرے۔

## تعلیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل

تعلیم سنت اور تعامل صحابہ کی روشنی میں علماء کرام نے اس کی تفصیل کی ہے، مکان اگر بڑا ہو اور سلام کی آواز نہ پہنچے تو پہلے اطلاع کرنا اور اجازت طلب کرنا ضروری ہے اور پھر ملاقات کے وقت سلام کرنا چاہیے۔

اگر مکان چھوٹا ہو، تو اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیے، اور گھر والوں کو سلام کرنے کا مفہوم بعض مفسرین نے یہ بھی لیا ہے کہ پہلے اجازت حاصل کرو اور جب گھر میں جاؤ سلام کرو، استیذان واجب ہے، اور تقدم سلام سنت۔

استیذان (اجازت) کا ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی گھر والا سامنے مل جائے تو پہلے سلام کرلے پھر اجازت طلب کرے۔

عام روایات سے جو طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ باہر سے سلام کرے "السلام علیکم" اس کے بعد اپنا نام لے کر بتلائے کہ فلاں شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

اگر صاحب خانہ کو طلب اجازت اور سلام سے معلوم نہ ہوسکے کہ کون صاحب ہیں اور صاحب خانہ معلوم کرے کہ کون صاحب ہیں، تو جواب میں پورا نام مع عرفی نام ظاہر کردے، جس سے وہ متعارف ہو، چونکہ بعض حضرات کا نام عرفی زیادہ مشہور ہوتا ہے یہی طریقہ بہتر معلوم ہوتا ہے، اپنا پورا نام و پتہ پورے طریقہ سے ظاہر کردے، تاکہ گھر والوں کو پہچاننے میں پریشانی اور تکلیف نہ ہو جیسا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل تھا کہ آپ

نے رسول اللہ ﷺ کے دولت کدہ پر حاضر ہو کر یہ الفاظ فرمائے تھے،السلام علیکم (علی رسول اللہ ﷺ) اید خل عمر۔(ابن کثیر)

یعنی آپ نے سلام کے بعد کہا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ داخل ہو سکتا ہے، صحیح مسلم میں روایت ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ملاقات کے لیے گئے، اور اجازت حاصل کرنے کے لیے یہ جملہ فرمایا: ((السلام علیکم ھذا ابوموسٰی. السلام علیکم ھذا الاشعری)) سلام کے بعد اس میں پہلے اپنا نام بتایا پھر مزید وضاحت کے لیے اشعری جو خاندانی نسبت تھی کو ذکر فرمایا، اور یہ اس لیے کہ جب تک صاحبِ خانہ اجازت لینے والے کو پہچانتے نہیں ہیں اجازت دینے میں انہیں تردّد ہوتا ہے، اس تردّد و تشویش سے بچانے کے لیے ضروری ہے اجازت طلب کرنے والے کو کہ اپنا پورا نام و تخلص ظاہر کر دے، تا کہ مخاطب کو پریشانی اور ایذاء نہ ہو اور وہ پہچاننے کے بعد بخوشی اجازت دے دے۔

---

ادب نمبر ⑤

## گھر کئی منزلہ ہو تب بھی اجازت لیجیے

اگر ایک گھر میں کئی فیملیاں رہتی ہوں یا کئی منزلہ مکان ہو اور ہر ایک منزل میں کوئی رہتا ہو، تو ہر ایک الگ مستقل گھر کے حکم میں ہے خواہ دروازہ ایک ہی کیوں نہ ہو، ان میں سے ہر ایک میں جانے کے لیے اجازت لینا ضروری ہے ان گھروں میں اجنبی کو صریح اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے، اجازت لینے میں ہرگز اپنے لیے ناگواری کا احساس نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ بہت سے مفاسد کی جڑیں کاٹ دینے کا ذریعہ ہے اور ہر طرح سے دونوں کے لیے مفید ہے، پھر ان احکاماتِ خداوندی کو نہ حقیر جاننا چاہیے اور نہ غیر مفید، یہ احکام جو بظاہر محض ادنیٰ جزئیات معلوم ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے قانون میں حد درجہ اہمیت رکھتے ہیں، اور حد درجہ اہتمام کے مستحق ہیں۔

---

ادب نمبر ⑥

## گھر سے جواب نہ ملنے پر لوٹ آنا چاہیے

اگر کسی دروازہ پر جا کر اجازت طلب کی جائے اور اندر سے کوئی جواب نہ آئے، تو سنت طریقہ یہ ہے کہ دوبارہ اجازت طلب کرے، اگر پھر بھی آواز نہ آئے تو تیسری مرتبہ اجازت طلب کرے، اگر اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہ ملے تو واپس لوٹ جانا چاہیے، (جواب کے انتظار میں کھڑا نہیں رہنا چاہیے، اور اگر اجازت طلب کئے بغیر صاحب خانہ کا انتظار کرے تو وہ اس کے حکم میں داخل نہیں ہے) تین مرتبہ کہنے سے یہ تو یقین ہو جاتا ہے کہ آواز سن لی ہوگی مگر یا تو وہ ایسی حالت میں ہے کہ جواب نہیں دے سکتا، مثلاً نماز پڑھ رہا ہے، یا بیت الخلا میں ہے، یا غسل کر رہا ہے، یا سو رہا ہے یا کسی اسی طرح کے کام میں مشغول ہے، یا اس کو ملنا منظور نہیں ہے، اور نہ کوئی ایسا فرد ہے کہ جس کے ذریعہ وہ منع کرا دے۔

روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تشریف لے گئے تین مرتبہ اجازت طلب کی جب کوئی جواب نہ آیا تو واپس لوٹ گئے، تھوڑی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ ابن قیس آنا چاہتے ہیں ان کو بلا لو، باہر جا کر دیکھا تو وہ واپس ہو چکے تھے، واپس جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے جانے کی خبر دی اس کے بعد جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا کہ آپ کیوں واپس چلے گئے تھے، تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

((اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یؤذن له فلیرجع)).

کہ تین مرتبہ اجازت چاہنے کے بعد اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ، میں نے تین مرتبہ اجازت چاہی، جب جواب نہ آیا تو میں اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے واپس لوٹ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی ثبوت کے لیے اپنے خاص انداز میں کہا کہ کسی گواہ کو پیش کرو، ورنہ میں تم کو سزا دوں گا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہاں سے

اُٹھ کر ایک انصار کے مجمع میں پہنچے، اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے حضور ﷺ کا یہ حکم سنا ہو تو میرے ساتھ چل کر عمر رضی اللہ عنہ سے تصدیق کر دے، انصار رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یہ حکم تو عام ہے، بے شک آپ ﷺ نے فرمایا ہے اور ہم سب نے سُنا ہے ہم اپنے سب سے کم عمر لڑکے کو گواہ کے طور پر آپ کے ساتھ کر دیتے ہیں، چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے بھی یہ حدیث آپ ﷺ سے سنی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت افسوس کرنے لگے کہ بازاروں کے لین دین نے مجھے اس مسئلہ سے غافل رکھا۔

## صاحب خانہ کا اختیار

﴿فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ أَزْكٰى لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨﴾﴾

"اور اگر تم اُن گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تب بھی اُن میں اُس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ "واپس چلے جاؤ" تو واپس چلے جاؤ۔ یہی تمہارے لیے پاکیزہ ترین طریقہ ہے، اور تم جو عمل بھی کرتے ہو اللہ کو اس کا پورا پورا علم ہے۔" (النور:۲۸)

آیت مذکورہ میں فرمایا جارہا ہے کہ جب تک اجازت نہ دی جائے داخل نہ ہو، اور اگر اندر کوئی نہ ہو، یا ہو مگر اجازت نہ دے، اور ملنے سے انکار کردے یا صاحب خانہ خود ہی منع کردے کہ اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی تشریف لے جاؤ یا گھر کے اندر سے کوئی جواب ہی نہ آئے، تو ان تمام صورتوں میں چونکہ اجازت نہ ہوئی، داخل ہونا جائز نہ ہوگا۔

یہ انکار ہم کو ناگوار نہ گزرنا چاہیے، اور نہ بُرا ماننا چاہیے بلکہ یہ طریقہ تو بہت ہی مناسب اور بہتر ہے، کیونکہ ہر شخص کے حالات ہر وقت یکساں نہیں رہتے، بعض اوقات انسان مجبور ہوتا ہے، باہر بھی نہیں آسکتا ہے، نہ کوئی ایسا آدمی ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے اطلاع کرادے، کہ اس وقت صورتِ حال یہ ہے، معاف رکھا جائے، بہت سے ایسے مواقع

ہم سب کو ہی پیش آتے رہتے ہیں۔ اپنے پر قیاس کرکے اس کے عذر کو قبول کر لینا چاہیے ، ہمارے لیے حسبِ ارشادِ خداوندی (ارجعوا) یعنی واپس ہو جاؤ واپس آجانا ہی بہتر ہے، ورنہ بہت سی خرابیوں کا باعث ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے کہ وہ ہمارے کرتوتوں اور دل کے بھیدوں سے خوب واقف ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ آنے والے کا کیا جذبہ تھا، اور ملاقات نہ کرنا، جواب دے دینا کسی مجبوری کے تحت تھا یا نہیں، ہم جانتے ہیں کہ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اگر صاحبِ خانہ نے بر بنا تکبر و تحقیر ملنے کی اجازت نہیں دی، تو بھی ہم جانتے ہیں، اگر کوئی واقعی عذر تھا اس سے بھی ہم واقف ہیں، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اگر خلاف حکم کرو گے تو سزا کے مستحق ہو گے، اللہ تعالیٰ دونوں کی نیت اور دل کے بھیدوں سے خوب واقف ہیں۔

حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے! وہ افسوس کیا کرتے تھے کہ ہم عمر بھر اس تمنا و خواہش میں رہے کہ کسی کے مکان پر جاکر اجازت لینے کی نوبت آئے، اور وہ ہمیں یہ جواب دے کہ واپس ہو جاؤ، تاکہ ہم اس آیت خداوندی کے حکم کی تعمیل کا ثواب حاصل کر سکیں، جو مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا ہے، مگر عجیب اتفاق ہے کہ ہمیں کبھی یہ نعمت نصیب نہ ہوئی، اور اس پر عمل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

## ملنے پر مجبور کرنا درست نہیں

سلام اور دستک وغیرہ کے ذریعہ سے اجازت حاصل کرنے کی کوشش تین مرتبہ کرنے کے بعد اگر کوئی جواب نہ آئے تو وہاں پر جم کر بیٹھنا صاحب خانہ کے لیے موجب ایذاء ہے، اسلام نے اس کو پسند نہیں کیا ہے کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ وہ ملاقات کے لیے دوسرے کو مجبور کرے یا اس کے دروازہ پر ٹھہر کر اسے تنگ کرنے کی کوشش کرے، اور نہ ہی یہ پسند ہے کہ دروازہ پر جاکر بدتہذیبی کے ساتھ پکارا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر اسلامی ادب و تہذیب کی تربیت پائی تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات کا ہمیشہ لحاظ رکھتے تھے،

ان حضرات کو پورا پورا احساس اور خیال تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے دین کے کام میں کس قدر مصروف زندگی بسر فرماتے ہیں اور ان تھکا دینے والی مصروفیتوں کے دوران میں لازماً کچھ وقت آپ کے آرام کے لیے اور کچھ وقت آپ کی اہم مشغولیتوں کے لئے، اور کچھ وقت اپنی عائلی زندگی کے لیے ضروری ہے۔

چونکہ یہ حضرات بخوبی جانتے تھے کہ آپ کے گھریلو معاملات بھی دین میں ایک اہم باب کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے وہ حضرات آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے اسی وقت حاضر ہوتے تھے جب آپ ﷺ باہر تشریف فرما ہوتے، اور کبھی آپ ﷺ کو مجلس میں موجود نہ پاتے تو تہذیب کے ساتھ بیٹھ کر آپ ﷺ کے آنے کا انتظار کرتے تھے، کسی شدید ضرورت کے بغیر آپ ﷺ کو باہر تشریف لانے کی زحمت نہ دیتے تھے، لیکن عرب کے اس ماحول میں جہاں عام طور پر لوگوں کو کسی شائستگی کی تربیت نہ ملی تھی، بارہا اس قسم کے لوگ بھی آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے حاضر ہو جاتے تھے، جن کا تصور یہ تھا کہ دعوت الی اللہ، اور اصلاح خلق کا کام کرنے والے کو کسی وقت بھی آرام کا حق نہیں ہے، اپنے آپ کو سمجھتے تھے کہ ہمارا حق ہے کہ رات دن میں جب دل چاہے آپ ﷺ کے پاس بلا روک ٹوک چلے آئیں اور جب بھی وہ آ جائیں اور کام کے لیے درخواست کریں، آپ ﷺ ارشاد فرمائیں، بعض حضرات ایسے بھی تھے جو بالکل اسلامی تعلیم سے نابلد اور نا آشنا ہوتے تھے، وہ حجرۂ مبارکہ کے پاس آپ کو زور زور سے اپنی سادگی کی وجہ سے پکارتے تھے، ایسے متعدد واقعات احادیث میں ملیں گے۔ مثلاً: وفد بنی تمیم ملنے کے لیے آیا، آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما نہ تھے، حجرۂ مبارکہ میں شریف لے جا چکے تھے۔ وہ لوگ باہر ہی سے پکارنے لگے۔ یا محمد اخرج الینا۔ اے محمد ﷺ ہماری طرف نکل آ یہ بدعقلی تھی یا سادگی، وہ تہذیب و تمدن سے آشنا نہیں تھے۔

رسول ﷺ کو ان حضرات کی ان حرکات سے بہت سخت تکلیف ہوتی تھی مگر آپ ﷺ اپنے طبعی حلم کی وجہ سے اس کو برداشت فرماتے تھے، آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس ناشائستگی کے عمل پر ملامت کرتے ہوئے لوگوں کو یہ ہدایت دی۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ﴾ (الحجرات:۵)

کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر میں تشریف فرما ہوں تو ان کو آواز دے کر پکارنا ادب کے خلاف ہے، بلکہ لوگوں کو چاہیے کہ انتظار کریں اور جس وقت آپ ﷺ اپنی ضرورت کے مطابق باہر تشریف لائیں تو اس وقت ملاقات کریں۔

آپ ﷺ کی ذات منبع البرکات تھی، مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی امور کا مرکز و ملجاء تھی، کسی معمولی سے معمولی ذمہ داری کے لیے بھی کام کرنا سخت دشوار و مشکل ہو جاتا ہے اگر اس کا کوئی نظام الاوقات نہ ہو۔

## صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل

رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والوں اور آپ ﷺ سے ملاقات کرنے والوں کو جو آداب سکھائے گئے تھے، ان کا منشاء یہ تھا کہ آپ ﷺ سے ملاقات اور بات چیت میں انتہائی ادب ملحوظ رکھیں، کسی شخص کی آواز آنحضرت ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہو، آپ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے لوگ یہ نہ بھول جائیں کہ وہ عام آدمی یا اپنے برابر سے ملاقات نہیں کر رہے ہیں، بلکہ اللہ کے رسول پاک ﷺ سے مخاطب ہیں، اس حکم کے نازل ہونے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے خدائے پاک کی اب میں مرتے دم تک آپ ﷺ سے اس طرح گفتگو کروں گا، جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر آہستہ بولنے لگے تھے کہ بعض اوقات آنحضرت ﷺ کو دوبارہ معلوم کرنا پڑتا تھا، اور ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ کی خلقۃً آواز بلند تھی مگر اس آیت کو سن کر ڈر سے بہت روئے اور نہایت تکلف کر کے اپنی آواز کو پست کر دیا تھا، ان واقعات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے بزرگ اشخاص کے ساتھ ملاقات اور گفتگو میں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔

ادب نمبر ⑦

## اجازت کے دوران گھر میں نظر نہ دوڑائیے

گھر میں داخلہ کے لیے اجازت لینے کے آداب میں سے یہ ایک بڑا اہم ادب ہے کہ اجازت لیتے وقت کھڑے ہونے کی ہیئت وکیفیت کا خاص خیال رکھا جائے اور زیارت کرنے والا گھر کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑا نہ ہو بلکہ دائیں بائیں کھڑا ہو۔

نبی کریم ﷺ سے بہت سے موقعوں پر اس کی صحیح کیفیت ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب دروازے پر آتے تو اجازت لیتے وقت دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دیوار کے ساتھ چلتے رہتے اور اجازت طلب کرتے رہتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اجازت دی جاتی یا آپ ﷺ واپس چلے آتے۔ ❶

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے دروازے پر آیا اور دروازے کے سامنے کھڑا ہو کر اجازت طلب کرنے لگا تو اسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دروازے کے دائیں طرف کھڑے ہو جاؤ یا بائیں طرف (سامنے کھڑے نہ ہو) نظر پڑنے کے خطرے سے تو اجازت طلب کی جاتی ہے۔ ❷

نبی کریم ﷺ نے اس آدمی سے اجازت طلب کرنے کی علت بیان فرمادی کہ نظر پڑنے کی وجہ سے اجازت لی جاتی ہے کیونکہ اجازت لینے والا جب دروازے کے بالکل سامنے کھڑا ہوگا تو دروازہ کھلنے پر وہ اجازت لیے بغیر ہی گھر کے اندر جھانک سکتا ہے

---

❶ رواه الامام احمد في المسندمن مسندعبداللّٰه بن بسر:٤/ ٨٩۔والبخاري في الادب المفرد، باب كيف يقوم عندالباب:٢/ ٥١٣۔بشرحه فضل اللّٰه الصمد،وابوداؤدفي الادب بلفظ قريب من هذا،باب كم مرة يسلم الرجل في الاستيذان وصححه الالباني:٣/ ٩٧٤۔ صحيح سنن ابي داؤد۔

❷ رواه ابوداؤد: في الادب، باب في الاستيذان، وصححه الالباني:٣/٩٧٢۔ صحيح سنن ابي داؤد۔

اور اس میں جو کچھ حرج ہے اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں ہے، انہوں نے فرمایا کہ جس نے گھر کے دراڑ سے اجازت ملنے سے پہلے ہی آنکھ بھر کر دیکھ لیا، اس نے گناہ کیا۔

اکثر طور پر گھروں کے اندر اجازت ملے بغیر نظر پڑ جانا، دروازے پر اجازت لیتے وقت کھڑا ہونے میں اسلامی قوانین سے ناواقفی کا نتیجہ ہے، لہٰذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے آداب کا خصوصی اہتمام کریں حتیٰ کہ آج ہمارے زمانے میں بھی، جب کہ دروازے بہت مضبوط اور محفوظ بنائے جاتے ہیں پھر بھی دروازہ کھلنے پر گھر میں نظر پڑ سکتی ہے اگر دروازہ اس کے دائیں بائیں ہوگا تو دروازہ کھلتے وقت وہ گھر کے اندر دیکھ نہیں سکتا۔

اسی طرح مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اجازت طلب کرتے وقت اگر اس کو یہ کہا جائے کہ "ٹھہرو! ہم آتے ہیں" تو وہ دروازے سے ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو جائے، یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (واللہ اعلم)

## اجازت کیلئے کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ

اور جس مکان پر حصول اجازت کے لیے جائیں تو اس طرح کھڑا ہونا چاہیے کہ دروازہ کے اندر کا سامنا نہ ہو، تاکہ اجازت کا مقصد بھی حاصل ہو جائے، اور بے پردگی کی خرابیوں سے حفاظت بھی ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

((اذا اتى بابا يريد ان يستاذن لم يستقبله جاء يمينا و شمالا فان اذن والا انصرف)). (الادب المفرد)

"جب آدمی کسی کے دروازے پر اجازت لینے کے لیے آئے تو دروازہ کے سامنے سے نہ آئے بلکہ داہنی جانب یا بائیں جانب سے آئے اگر اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ لوٹ جائے۔"

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے مکان پر تشریف

لے جاتے تھے تو اس کے دروازے کے بالکل سامنے نہ کھڑے ہوتے تھے بلکہ ایک جانب کھڑے ہو کر زور سے سلام کرتے۔ عین دروازے پر کھڑے ہونے سے اس لیے بھی اجتناب فرماتے تھے، کہ اوّل تو اس زمانہ میں دروازوں پر پردوں کا رواج نہیں تھا اگر پردہ بھی ہوتا تو بھی اس کے کھل جانے کا احتمال باقی رہتا تھا۔

دروازوں کے سامنے کھڑے ہو کر ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگی تو آپ نے اس کو یہ تعلیم دی کہ اس طرح دروازہ پر کھڑے ہونا چاہیے کہ اندر نگاہ نہ جانے پائے، کیونکہ اجازت کا مقصد یہی ہے کہ اچانک کسی پر نظر نہ پڑے۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رات میں گشت فرما رہے تھے، ایک شخص کی آواز سنی کہ وہ گا رہا ہے، آپ کو شک گزرا دیوار پر چڑھ گئے دیکھا وہاں پر شراب بھی موجود ہے اور عورت بھی ہے آپ نے پکار کر کہا اے دشمن خدا کیا تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا، اور اللہ تیرا پردہ فاش نہیں کرے گا اس نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین جلدی نہ کیجیے گا اگر میں نے ایک گناہ کیا تو آپ نے تین کیے ہیں۔

① اللہ نے تجسس کو منع فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾۔

② گھر میں دروازہ سے آنے کا حکم دیا گیا ہے: ﴿وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾۔

③ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اجازت کے بغیر مت جاؤ ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ﴾ آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں آئے ہیں، یہ جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی البتہ اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا۔

ادب نمبر ⑧

## کسی کے گھر میں جھانکنے سے بچیے

حدیث شریف میں ہے:

((لایحل لامرأ مسلم ان ینظر الی جوف بیت حتی یستاذن فان فعل فقد دخل)). ❁

"کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکے اگر اس نے ایسا کیا تو گویا وہ داخل ہی ہو گیا۔"

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ شریعت مطہرہ میں جھانکنے کی سخت ممانعت ہے۔

## حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

((عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ من ملأ عینه من قاعه بیت قبل ان یوذن له فقد فسق)).

"عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے اجازت سے پہلے صحن مکان کو نظر بھر کر دیکھا تو اس نے نافرمانی کا ارتکاب کیا۔"

معلوم ہوا کہ بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنا بھی درست نہیں، بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر دروازہ کھلا ہوا ہو یا گھر کے اندر کا سامنا ہو رہا ہو تو اس کے سامنے نہ کھڑا ہو، اگر ایسا کیا گیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق وہ فاسق قرار پائے گا۔

((عن ابی هریرة. ان رسول الله قال اذا دخل البصر فلا اذن له))

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی کے گھر میں نظر پہنچ جائے تو اس کو اجازت کا استحقاق نہ رہا۔"

گویا اس نے اسلامی قاعدہ کی خلاف ورزی کی، اور اپنے کو گناہ گار بنایا۔

---

❁ رواہ البخاری والمسلم

# آنکھ پھوڑنے کا مسئلہ

کسی کے گھر میں جھانکنے والے کے لیے سخت وعید فرمائی گئی ہے:

((لوان امرأ اطلع علیك بغیراذن فخذفته بحصاة ففقات عینه ماکان علیك من جناح.....)). (الحدیث)

"آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی تیرے گھر میں تیری اجازت کے بغیر جھانکنے لگے، اور تو اس کو اس کی حرکت پر کنکر مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھ کو کوئی گناہ نہیں ہے۔"

گناہ غالباً اس لیے نہیں ہوگا کہ اس نے بغیر اجازت واطلاع جھانکنے کی ابتداء کی ،اور اس طرح گھر کی عورتوں کو دیکھنے کا ارادہ کیا تھا جو کسی بڑے فتنہ کا سبب بھی ہوسکتا ہے۔

اگر وہ اپنی آنکھ پھوٹ جانے کا مقدمہ قاضی کے پاس لے جائے گا، تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ نہ دے گا اور نہ کنکر مارنے والے پر کوئی آنکھ کی دیت عائد کرے گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ ایسے شخص کی آنکھ پھوڑنا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ حکم محض نگاہ ڈالنے کی صورت میں نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ہے کہ جب کوئی شخص گھر میں بلا اجازت گھس آئے اور گھر والوں کے روکنے سے باز نہ آئے اور گھر والے اس کی مزاحمت کریں، اس کشمکش اور مزاحمت میں اس کی آنکھ پھوٹ جائے یا کسی حصہ کو نقصان پہنچ جائے تو گھر والوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ [1]

---

[1] احکام القرآن جصاص۔

# پانچواں باب

## گھروں کے متعلق مختلف مسائل

**مسئلہ:** جس گھر میں صرف اپنی بیوی رہتی ہو اس میں داخل ہونے کے لیے اگرچہ استیذان واجب نہیں مگر مستحب اور سنت طریقہ یہ ہے کہ وہاں بھی اچانک بغیر کسی اطلاع کے اندر نہ جائے بلکہ داخل ہونے سے پہلے اپنے پاؤں کی آہٹ سے یا کھنکار سے کسی طرح پہلے باخبر کردے پھر داخل ہو۔

**مسئلہ:** سب سے ناپسندیدہ طریقہ وہ ہے جو بعض لوگ کرتے ہیں کہ باہر سے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی اپنا نام ظاہر نہیں کیا، اندر سے مخاطب نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ تو جواب میں یہ کہہ دیا کہ میں ہوں، کیونکہ یہ مخاطب کی بات کا جواب نہیں، جس نے اوّل آواز سے نہیں پہچانا وہ میں کے لفظ سے کیا پہچانے گا۔

**مسئلہ:** آج کل بعض لوگوں کا طریقہ یہ بھی ہے کہ دروازے پر دستک دی جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون صاحب ہیں؟ تو خاموش کھڑے ہیں کوئی جواب ہی نہیں دیتے، یہ مخاطب کو تشویش میں ڈالنے اور ایذاء پہنچانے کا بدترین طریقہ ہے جس سے استیذان کی مصلحت ہی فوت ہوجاتی ہے۔

جو شخص استیذان کے مقصد کو سمجھ لے کہ اصل اس سے استیناس ہے یعنی مخاطب کو مانوس کرکے اجازت حاصل کرنا وہ خود بخود ان سب چیزوں کی رعایت کو ضروری سمجھے گا اور جن چیزوں سے مخاطب کو تکلیف ہو اس سے بچے گا اپنا نام ظاہر کردے اور دستک دے تو متوسط انداز سے دے یہ سب چیزیں اس میں شامل ہیں۔

**ضروری تنبیہ:** آج کل لوگوں کو تو استیذان کی طرف کوئی توجہ ہی باقی نہیں رہی جو صریح ترک واجب کا گناہ ہے، اور جو لوگ استیذان کرنا چاہیں، مسنون طریقہ کے مطابق باہر سے سلام کریں، پھر اپنا نام بتلا کر اجازت لیں ان کے لیے اس زمانے میں بعض دشواریاں یوں بھی پیش آتی ہے کہ عموماً مخاطب جس سے اجازت لیتا ہے وہ دروازے سے دُور ہے، وہاں سلام کی آواز اور اجازت لینے کے الفاظ پہنچانا مشکل ہے اس لیے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اصل واجب یہ بات ہے کہ بغیر اجازت کے گھر میں داخل نہ ہو، اجازت لینے کا طریقہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں مختلف ہوسکتا ہے ان میں سے ایک طریقہ دروازہ پر دستک دینے کا تو

روایات سے ثابت ہے۔

اسی طرح بعض لوگ اپنے دروازوں پر گھنٹی لگا لیتے ہیں اس گھنٹی کا بجا دینا بھی واجب استیذان کی ادائیگی کے لیے کافی ہے، بشرطیکہ گھنٹی کے بعد اپنا نام بھی ایسی آواز سے ظاہر کر دے جس کو مخاطب سن لے، (یا گھر والے خود باہر نکل کر شناخت کریں اور اجازت دے دیں جیسا کہ آج کل مروج ہے) اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ جو کسی جگہ رائج ہو اس کا استعمال کر لینا بھی جائز ہے۔

**مسئلہ:** اگر کسی شخص سے استیذان کیا اور اس نے جواب میں کہہ دیا کہ اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی، لوٹ جایئے تو اس سے برا نہ ماننا چاہیے کیونکہ ہر شخص کے حالات اور اس کے مقتضیات مختلف ہوتے ہیں، بعض اوقات وہ مجبور ہوتا ہے باہر نہیں آ سکتا نہ آپ کو اندر بلا سکتا ہے، تو ایسی حالت میں اس کے عذر کو قبول کرنا چاہیے۔

آیت مذکورہ میں یہی ہدایت ہے:

﴿وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ﴾ (النور: ۲۸)

"یعنی جب آپ سے کہا جائے کہ اس وقت لوٹ جایئے تو آپ کو خوش دلی سے لوٹ جانا چاہئے اس سے برا ماننا یا وہیں جم کر بیٹھ جانا دونوں چیزیں درست نہیں۔"

**مسئلہ:** اگر کسی کے دروازے پر جا کر استیذان کیا اور اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو سنت یہ ہے کہ دوبارہ پھر استیذان کرے اور پھر بھی جواب نہ آئے تو تیسری مرتبہ پھر کرے، اگر تیسری مرتبہ بھی جواب نہ آئے تو اب حکم ﴿ارْجِعُوْا﴾ کا ہے یعنی لوٹ جانا چاہیے، کیونکہ تین مرتبہ کہنے سے تقریباً یہ تو متعین ہو جاتا ہے کہ آواز سن لی مگر یا تو وہ شخص ایسی حالت میں ہے کہ جواب نہیں دے سکتا، مثلاً نماز پڑھ رہا ہے یا بیت الخلاء میں ہے، یا غسل کر رہا ہے، یا پھر اس کو اس وقت ملنا منظور نہیں، دونوں حالتوں میں وہیں جمے رہنا اور مسلسل دستک وغیرہ دیتے رہنا بھی موجب ایذاء ہے جس سے بچنا واجب ہے، اور استیذان کا اصل مقصد ایذاء سے بچنا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ((اذا استاذن احدکم ثلاثا لم یوذن له فلیرجع)) یعنی جب کوئی آدمی تین مرتبہ استیذان کرے اور کوئی جواب نہ آوے تو اس کو لوٹ جانا چاہئے۔ [1]

مسئلہ: جب اجازت حاصل کرنے کی کوشش تین مرتبہ کرلی جائے اور جواب نہ ملے تو وہاں جم کر بیٹھ جانا موجب ایذاء وضرر ہو تو لوٹ جانا چاہیے، لیکن اگر کوئی کسی عالم یا بزرگ کے دروازے پر بغیر استیذان کیے ہوئے بغیر اطلاع دیئے ہوئے انتظار میں بیٹھا رہے کہ جب اپنی فرصت کے مطابق باہر تشریف لائیں گے تو ملاقات ہو جائے گی، یہ اس میں داخل نہیں بلکہ یہ عین ادب ہے، خود قرآن کریم نے لوگوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر میں ہوں تو آپ ﷺ کو آواز دے کر بلانا خلافِ ادب ہے بلکہ لوگوں کو چاہیے کہ انتظار کریں، جس وقت آپ ﷺ اپنی ضرورت کے مطابق باہر تشریف لائیں اس وقت ملاقات کریں، القرآن سورۃ حجرات آیت ۵ ﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ میں بعض اوقات کسی انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پوری دوپہر انتظار کرتا رہتا کہ جب وہ باہر تشریف لائیں تو ان سے کسی حدیث کی تحقیق کروں اور اگر ان میں ان سے ملنے کے لیے اجازت مانگتا تو وہ ضرور مجھے اجازت دے دیتے مگر میں اس کو خلاف ادب سمجھتا تھا، اس لیے انتظار کی مشقت گوارا کرتا تھا۔ [2]

مسئلہ: کسی شخص کو ایسے وقت میں ٹیلی فون پر مخاطب کرنا جو عادۃً اس کے سونے یا دوسری ضروریات کا یا نماز میں مشغول ہونے کا وقت ہو بلا ضرورتِ شدیدہ جائز نہیں کیونکہ اس میں بھی وہی ایذاء رسانی ہے، جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے اور اس کی آزادی میں خلل ڈالنے سے ہوتی ہے۔

مسئلہ: اجازت لینا ایک بلند پایہ ادب ہے جس کا قرآن وسنت نے خاطر خواہ اہتمام کیا ہے۔

مسئلہ: اجازت طلب کرنے کا حکم آدمیوں اور عورتوں کے لیے یکساں ہے، نیز بچوں

---

[1] ابن کثیر بحوالہ صحیح البخاری۔ [2] صحیح البخاری۔

اور غلاموں کے لیے بھی، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

**مسئلہ:** اجازت تین دفعہ لینی چاہیے اگر اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ آدمی کو لازماً واپس چلا جانا چاہیے۔

**مسئلہ:** اجازت لینے والے سے جب پوچھا جائے کہ تم کون ہو تو اس کو اپنا نام کنیت یا جس لقب سے وہ مشہور ہو وہی بتانا چاہیے۔

**مسئلہ:** اجازت لینے والے پر واجب ہے کہ وہ دروازے کے سامنے کھڑا ہونے کے بجائے دائیں یا بائیں طرف کھڑا ہو۔

**مسئلہ:** بعض حالات میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ عام جگہیں اور باغیچے وغیرہ اور گھر میں آگ لگنے یا چور کے گھس آنے کی صورت میں۔

**مسئلہ:** اگر آپ کسی کے ہاں جائیں تو اس کے کمرے یا مکان میں بلا اجازت نہ گھس جائیں بلکہ ضروری ہے کہ پہلے اجازت لے لیں۔

**مسئلہ:** اگر کسی دوسرے شہر میں کسی کے یہاں جانا ہو تو پہلے سے اطلاع کر دیجیے آنحضرت ﷺ نے رات کو کسی کے یہاں پہنچنے سے سختی سے ممانعت فرمائی ہے، یہاں تک کہ بلا اطلاع رات کو اپنے گھر میں پہنچنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔

**مسئلہ:** جس سے زیادہ بے تکلفی نہ ہو اس سے ملاقات کے وقت اس کے گھر کے حالات مت معلوم کیجیے۔

**مسئلہ:** رات میں اپنے ہی گھر میں دیر سے آنا ہو تو سونے والوں کا خیال رکھیے۔

مشکوٰۃ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جب آپ ﷺ کے یہاں مہمان مقیم ہوتے، عشاء کے بعد اگر آپ ﷺ دیر سے تشریف لاتے تو چونکہ مہمان کے جاگنے اور سونے کا احتمال ہوتا ہے اس لیے آپ ﷺ سلام تو کرتے مگر اتنی آہستہ کہ اگر وہ جاگتے ہوں تو سن لیں اور اگر سوتے ہوں تو آنکھ نہ کھل جائے۔

ذخیرہ معلومات

معارف علوم الحدیث